فرعون کی تباہی
اے۔ حمید
PDFBOOKSFREE.PK

موت کا تعاقب ۲

تاریخ کی پُراسرار اور سچی داستان

فرعون کی تباہی

اے حمید

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،
لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

فہرست

سنو پیارے بچو!

عنبر ایک بادبانی جہاز پر سوار ملک مصر سے روانہ ہوا تھا۔ اُسے دُعا ملی تھی کہ وُہ کبھی نہیں مرے گا۔ لوگ بوڑھے ہو کر مر جائیں گے مگر وہ ہمیشہ جوان رہے گا۔ اس کو تلوار ہلاک نہیں کر سکے گی۔ اُس کا خون نہیں نکلے گا اُس کا زخم اپنے آپ ربڑ کی طرح بند ہو جائے گا۔ وہ ساری رات سمندر میں سفر کرتا رہا۔ دن چڑھا تو افریقہ کے ساحل پر اُتر گیا۔ اُس نے ایک بستی میں جا کر کچھ خریدنا چاہا۔ فرعون مصر کے سونے کے سکّے دیے تو لوگ حیران رہ گئے۔ ایک آدمی نے کہا:

"یہ سکّے تو ایک ہزار سال پُرانے ہیں!"

دوستو! عنبر ایک ہی رات میں جہاز میں سوئے سوئے ایک ہزار سال آگے نکل گیا تھا۔ ایک ہزار برس گزر گئے تھے اور اس کی صرف ایک رات ہی گزری تھی۔ وہ ہیبنی بال کے دربار میں جاتا ہے۔ فرعون سے بدلہ لینے کے لیے ملک مصر پر حملہ کرواتا ہے۔ اُس پر قاتلانہ حملہ ہوتا ہے۔ ہیبنی بال ایک معصوم لڑکی کو بعل دیوتا کے آگے قربان کر کے آگ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ عنبر راتوں رات اُس لڑکی کو بچا کر قلعے سے بھاگ جاتا ہے۔ فوج پیچھا کرتی ہے۔ وہ پکڑے جانے والے ہوتے ہیں کہ طلالہ کی رُوح آسمان سے بجلی گرا کر فوج کو بھسم کر دیتی ہے۔ عنبر ملک نوبیہ میں داخل ہوتا ہے اور اس کی ملکہ سے ملاقات کرتا ہے۔ ہیبنی بال ملکہ کے ملک پر حملہ کر دیتا ہے۔ عنبر اس کی مدد کرتا ہے اور ملکہ کی موت کے بعد دشمنوں میں گھر جاتا ہے۔ طلالہ کی رُوح اسے قید سے نکالتی ہے اور وُہ رات کے اندھیرے میں فرار ہو کر نمرود کے ملک کو روانہ ہو جاتا ہے۔

قدرت کا انتقام

•

عنبر کو دیوی نے دُعا یا بد دعا دی تھی کہ وُہ کبھی نہیں مرے گا۔
وقت گزرتا چلا جائے گا۔ لوگ پیدا ہوں گے اور بوڑھے ہو کر مر جائیں گے۔ قومیں اُبھریں گی اور مٹ جائیں گی۔ بادشاہ تخت پر بیٹھیں گے اور ایک ایک کر کے تخت چھوڑ کر مقبروں میں دفن ہوتے جائیں گے۔ مگر عنبر کو موت نہیں آئے گی۔ وُہ ہر حکومت میں' ہر عہد میں' ہر مقام میں' ہر بادشاہ کے دَور میں زندہ رہے گا۔ اگر وُہ کچھ کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے۔ پینا چاہے تو پی سکتا ہے۔ مگر نہ اُسے کبھی بھوک لگے گی اور نہ پیاس لگے گی۔ وُہ ہمیشہ جوان رہے گا۔ اس کے چہرے پر جھُریاں نہیں پڑیں گی۔ اُس کے بال سفید نہیں ہوں گے۔ اس کی کمر کبھی نہیں جھکے گی۔ وُہ کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔ وُہ کبھی نہیں مرے گا۔

پیارے دوستو: آپ اس کتاب کے پہلے حصے میں پڑھ چکے ہیں کہ مصر کا جلا وطن شہزادہ عنبر اپنے چچا فرعون اخناتون اور والدہ ملکہ نفرتیتی کے قتل کے بعد مصر سے ایک بحری جہاز میں سوار ہو کر بھاگ گیا۔ دیوی کی آواز نے اُسے کہا تھا کہ وُہ دریائے نیل کے کنارے

پہنچ جائے۔ وہاں ایک جہاز اُسے تیار ملے گا جو اُسے مصر سے فرار ہونے میں مدد دے گا۔ عنبر دریا پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جہاز کے کپتان نے اُسے جہاز پر سوار کرایا۔ جہاز پر ملاح اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ کسی ملاح نے عنبر سے کوئی بات نہ کی۔ عنبر نے جس ملاح سے بھی کوئی بات پوچھی جواب میں وُہ ملاح صرف مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔ جہاز کا کپتان بھی خاموش تھا اور اپنا کام کر رہا تھا۔ عنبر سوچنے لگا یہ لوگ کیسے ہیں کہ اُس سے کوئی بات نہیں کرتے اور اپنے اپنے کام میں لگے ہیں۔ جہاز کھلے سمندر میں پہنچا تو رات ہوگئی۔ عنبر نے سوچا کہ صبح اٹھ کر وُہ جہاز کے کپتان سے مل کر ضرور پوچھنے کی کوشش کرے گا کہ یہ جہاز کدھر جا رہا ہے اور ملاح اُس سے بات کیوں نہیں کرتے؟

رات کو وُہ کچھ دیر بادبانی جہاز کے عرشے پر کھڑا سمندر کی لہروں کو اندھیرے میں دیکھتا رہا۔ پھر وُہ اپنے چھوٹے سے کمرے میں جا کر فرش پر قالین بچھا کر سوگیا۔ صبح اُس کی آنکھ کھلی تو کمرے کے گول سوراخ میں سے دُھوپ اندر آ رہی تھی۔ وُہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر اُوپر آیا۔ پہلی بات اُسے یہ محسوس ہُوئی کہ اُسے بھوک نہیں محسوس ہو رہی تھی؛ حالاں کہ ہر روز صبح اُسے بھوک لگتی تھی اور وُہ ناشتہ کرتا تھا۔ مگر اُس روز اُسے بالکل بھوک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ طبیعت بھی ہر طرح سے ہشاش بشاش تھی۔ وُہ جہاز

کے عرشے پر آ گیا۔ یہاں ایک بھی ملاح نہیں تھا۔ وہ جہاز کے کپتان کے کمرے میں گیا۔ وہاں ہر شے موجود تھی مگر کپتان موجود نہیں تھا۔ وہ بھاگ کر نیچے گیا جہاں غلام حبشی قطاروں میں بیٹھے چپو چلایا کرتے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ چپو سمندر میں اپنے آپ چل رہے تھے مگر حبشی ملاح ایک بھی نہیں تھا۔ عنبر کو پسینہ آ گیا۔

اے ربّ عظیم! یہ ماجرا کیا ہے؟

اس نے سارا جہاز گھوم پھر کر دیکھا۔ وہاں سوائے اس کے اور کوئی انسان موجود نہ تھا۔ تو کیا وہ جہاز پر اکیلا رہ گیا تھا؟ آخر یہ سارے ملاح اور کپتان کہاں چلے گئے؟ رات کو تو سب کے سب جہاز پر موجود تھے۔ سمندر کی لہریں بڑی پُر سکون تھیں اور جہاز کے بادبان کھلے تھے اور وہ اپنے آپ کسی نامعلوم منزل کی طرف سمندر میں بہا چلا جا رہا تھا۔ عنبر سر کو پکڑ کر بادبان کے لکڑی کے موٹے کھمبے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ یہ راتوں رات دنیا کیسے بدل گئی تھی! اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کہ وُہ بحری جہاز پر اکیلا رہ گیا ہے اور وہاں ایک بھی ملاح موجود نہیں ہے۔ کیا دیوی کی بد دُعا سچ ثابت ہو رہی تھی؟ کیا وُہ ہمیشہ کے لیے زندہ اور غیر فانی ہو گیا تھا! وُہ اُٹھ کر بے چینی کے عالم میں لکڑی کے فرش پر ٹہلنے لگا۔ وُہ کہاں جا رہا تھا؟ کس طرف جا رہا تھا۔ وُہ جہاز کے کپتان کے کمرے

میں آ گیا۔ اُس نے قطب نما کو دیکھا۔ بادبانی جہاز جنوب مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ وُہ بہت جلد افریقہ کے کسی ملک کے ساحل پر لگنے والا تھا۔

اچانک اُسے ایک چیخ کی آواز سنائی دی۔ وُہ بھاگ کر اُوپر عرشے پر آیا۔ جہاز کے اوپر گِدھ کی شکل کا ایک بہت بڑا [illegible] پر پھیلائے منڈلا رہا تھا۔ وُہ رُک رُک کر بڑی بھیانک [illegible] چیخ رہا تھا۔ عنبر بادبان کے کھمبے کے ساتھ لگا [illegible] سے حیرت [illegible] دیکھتا رہا۔ کچھ دیر جہاز کے اُوپر منڈلانے کے بعد پرندہ [illegible] سے اُوپر اُڑتا ہوا غائب ہو گیا۔ عنبر نیچے آ گیا [illegible] اسے بھوک [illegible] سوس نہیں ہو رہی تھی۔ پھر بھی اُس نے عادت سے مجبو[ر] [illegible] اپنے کمرے میں جا کر جَو کی سُوکھی روٹی مُرغابی کے بُھنے ہُوئے گوشت کے ساتھ کھائی اور قالین پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔ اُس کے ساتھ کیسا واقعہ پیش آ رہا تھا۔

غور کرتے کرتے اُسے نیند آ گئی اور وُہ سو گیا۔ جب وُہ اُٹھا تو شام ہو رہی تھی۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وُہ سارا دن سوتا رہا تھا۔ جہاز اسی رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ سمندر پر رات کے سائے پھیلنے لگے تھے۔ جہاز کے بادبانوں میں ہوا بھری ہُوئی تھی اور نیچے اُس کے چپّو اپنے آپ چل رہے تھے۔ کچھ دیر وُہ عرشے پر کھڑا سمندر میں سُورج کو غروب ہوتے دیکھتا۔ پھر اپنے

کمرے میں آکر بستر پر لیٹ گیا۔ اُس نے موم کی شمع روشن کر لی تھی جس کی دھندلی روشنی میں وہ بستر پر لیٹا گزرے ہوئے زمانے اور آنے والے وقت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ جانے رات کتنی دیر تک وہ بستر پر لیٹا پہلو بدلتا رہا۔ پھر وہ گہری نیند میں کھو گیا۔ صبح دن چڑھے وہ اُٹھا اور عرشے پر آکر ایک بار پھر وہ کھڑا ہو کر سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔

سمندر کا رنگ مٹیالا ہو گیا تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ کسی دریا کا پانی اُس میں شامل ہونا شروع ہو گیا تھا اور وہ زمین کے قریب پہنچنے والا تھا۔ ایک پہر گزرنے کے بعد آسمان پر مرغابیوں نے چکر لگانا شروع کر دیا۔ یہ بھی اِس بات کا اشارہ تھا کہ زمین قریب ہے۔ دوپہر کے بعد عنبر کو دُور ساحل کی لکیر نظر آئی۔ جہاز دھیمی رفتار کے ساتھ ساحل سمندر کی طرف اپنے آپ بڑھ رہا تھا۔ شام تک عرشے پر کھڑا وہ زمین کی کالی لکیر کو قریب آتے دیکھتا رہا۔ جب رات ہو گئی اور وہ تھک گیا تو نیچے اپنے کمرے میں آکر بستر پر گر پڑا اور سو گیا۔ اکیلے جہاز میں اُسے کسی وقت خوف بھی محسوس ہوتا تھا۔ اگلے روز سورج نکلنے کے بعد عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے مرغابیوں کی آوازیں سُنیں۔ وہ لپک کر اوپر عرشے پر آ گیا۔ یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اُس کا جہاز اپنے آپ رُک گیا تھا اور کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر ساحل تھا۔ جہاں ناریل

کے درختوں کے جُھنڈ دھوپ میں چمک رہے تھے۔

وہ حیران ہو رہا تھا کہ جہاز سمندر میں اپنے آپ کیسے کھڑا ہو گیا۔

اُس نے پانی میں کشتی اُتاری اور اُس میں سوار ہو کر اُسے کھیتا ہُوا ساحل کی طرف چل پڑا۔ اپنا جھولا اور تلوار اُس نے گلے میں لٹکا رکھی تھی۔ جھولے میں جَو کی خُشک روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور فرعون مصر کے سونے کے چند سکّے تھے۔ ساحل پر پہنچ کر اُس نے کشتی ایک طرف کھینچ کر کنارے کے درخت سے باندھ دی۔ ساحل ویران پڑا تھا۔ اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ جہاں وُہ اُترا ہے وہ کسی جزیرے کا ساحل ہے یا کسی نئے ملک کا کنارا ہے۔ ایک کچا راستہ جنگل کے بیچ میں سے جا رہا تھا۔ اِس راستے کو دیکھ کر عنبر کو معلوم ہوا کہ وہاں سے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ راستے پر گھوڑوں کے سُموں کے نشان بھی تھے۔ اب وُہ بڑا ہوشیار ہو کر چلا جا رہا تھا کیونکہ اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ جس علاقے میں جا رہا ہے وُہ دشمن کا علاقہ ہے یا وہاں آدم خور وحشی آباد ہیں۔ چلتے چلتے وُہ جنگل سے باہر نکل آیا۔ اب اُس کے سامنے کسی گاؤں کی بستی کا ایک چھوٹا سا بازار تھا جہاں ننگ دھڑنگ حبشی بچّے مٹّی میں کھیل رہے تھے۔ دکانوں پر سیاہ فام حبشی بیٹھے تھے۔ کالی کالی حبشی عورتیں چیزیں خرید رہی تھیں۔ عنبر بازار میں سے گزر رہا تھا۔ اُس نے

محسوس کیا کہ لوگ اُس کے مصری لباس کو عجیب وغریب نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔

دو چار بچے اُس کے نیلے رنگ کے لمبے کُرتے کو دیکھ کر اُس کے پیچھے تالیاں بجانے لگے۔ عنبر کچھ گھبرا گیا اور ایک دکان کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا۔ اُس دُکان پر تیر کمان بِک رہے تھے۔ عنبر نے دیکھا کہ یہ تیر کمان کسی سنہری دھات کے تھے جبکہ مصر میں جہاں سے وُہ آ رہا تھا۔ سیاہ دھات کے تیر کمان استعمال ہوتے تھے۔ وُہ اِسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ حبشی دکاندار نے اپنی زبان میں کچھ پُوچھا۔ عنبر وہ زبان نہ سمجھ سکا۔ عنبر نے اشاروں میں تیر کمان کی قیمت پُوچھی۔ دوکاندار نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ عنبر نے جیب سے سونے کے چند سِکّے نکال کر اُس کے آگے رکھ دیے تاکہ اُسے جتنے سکّوں کی ضرورت ہو لے لے۔ دُکاندار سکّوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے فوراً آواز دے کر ساتھ کے دُکانداروں کو اکٹھا کر لیا۔ سبھی سونے کے سکّوں کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔ آخر ایک بوڑھا حبشی آگے بڑھا۔ اور اُس نے ٹُوٹی پھُوٹی پُرانی قبطی زبان میں عنبر سے پُوچھا :

" یہ سِکّے تم نے مِصر کے کون سے اہرام سے کھودے ہیں ؟ "

عنبر نے کہا کہ وُہ تو ابھی دو روز پہلے مصر سے سِکّے جیب میں ڈال کر چلا ہے۔ اُس نے کسی اہرام سے نہیں کھودے۔ بلکہ اپنے گھر سے لیے ہیں۔ بوڑھا آدمی سکتے میں آگیا۔ اُس نے کہا :

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سونے کے سکّے تو آج سے ایک ہزار برس پہلے مصر کے فرعون اخناتون کے زمانے میں چلا کرتے تھے"
عنبر پر گویا بجلی سی گری۔ تو کیا وُہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے؟ کیا اُس کے چچا فرعون اخناتون اور والدہ ملکہ نفریتی کو مرے ایک ہزار سال گزر چکے ہیں؟ وُہ اسی حیرانی میں تھا کہ حبشی بوڑھا بولا:
"اے نوجوان مصری، تم کہاں سے آ رہے ہو؟"
"مصر کے شہر تھیبس سے، وہاں میرا گھر ہے"
"مگر مصر کے شہر تھیبس کو تباہ ہُوتے ایک ہزار سال گزر گئے ہیں۔ اُس کے تو محض کھنڈر اب باقی ہیں۔ اب تو مصر کا دارالسلطنت میمفس شہر ہے"
عنبر کو چکّر آ گیا۔ وُہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ دکاندار اُسے تعجب سے تک رہے تھے۔ بوڑھے حبشی نے کہا:
"تم مصر کے شہر سے کب روانہ ہُوتے تھے؟"
"میں پرسوں بادبانی جہاز پر بیٹھ کر وہاں سے چلا تھا"
"تمہارا جہاز کہاں ہے؟"
"سمندر کے کنارے کھڑا ہے"
بوڑھے حبشی نے اس وقت کچھ لوگوں کو سمندر کی طرف دوڑایا کہ جا کر دریافت کرو سمندر کے کنارے کوئی جہاز کھڑا ہے؟ تھوڑی

دیر بعد اُنھوں نے آکر بتایا کہ سمندر دُور دُور تک خالی ہے۔
"وہاں کوئی جہاز تو کیا ایک کشتی تک نہیں ہے۔"
عنبر نے کہا:
"مگر میں تو ابھی ابھی جہاز کو سمندر کے کنارے چھوڑ کر آیا ہوں"
بوڑھے حبشی نے محسوس کیا کہ نوجوان مصری کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔ اُس نے عنبر کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:
"بیٹا، تم یہاں بیٹھ کر تربوز کا ٹھنڈا پانی پیو۔ شاید تمہارے دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہے"
"لیکن ــــ لیکن میں آپ سے بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ میں پرسوں مصر کے شہر تھیبس سے بادبانی جہاز میں بیٹھ کر چلا تھا۔ وہاں میرے چچا فرعون اخناتون کو سپہ سالار نے قتل کر دیا تھا اور ...."
سارے لوگ دُکاندار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ بوڑھے حبشی نے کہا:
"اے نوجوان، تمہارے پاگل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ اخناتون اور اُس کی ملکہ نفریتی کو قتل ہوئے ایک ہزار سال گزر چکے ہیں۔ اُن کی قبریں بھی اہرام کے اندر پرانی ہوگئی ہیں۔ جس سپہ سالار تہران نے انہیں قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا تھا اُس کی ہڈیاں بھی قبر میں گل سڑ گئی ہیں"
عنبر نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا:

"تو مصر پر کس کی حکومت ہے ؟"

" ابو سمبل کے پڑپوتے کی جو ایک کمزور حکمران ہے اور اشوری حملہ آوروں کی زد میں رہتا ہے ۔ مصر کی حکومت کمزور ہو کر زوال کی طرف جا رہی ہے ۔"

عنبر کو یقین ہو گیا تھا کہ دیوی کی دعا یا بد دعا سچ ہو گئی ہے اور بادبانی جہاز میں سفر کرتے کرتے وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے ۔ سب لوگ مر کھپ گئے ہیں ۔ مگر وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا ۔ یہ بات وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا ۔ اتنے میں بازار میں شور سا مچا اور لوگ بھاگ کر اِدھر اُدھر ہٹ گئے ۔ ایک گھوڑ سوار فوجی لباس میں وہاں آ کر رُک گیا ۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے ؟"

بوڑھے حبشی نے جھک کر کہا :

" اے معزز سردار ، یہ نوجوان کہتا ہے کہ یہ فرعون اخناتون کے مصر سے یہاں آ رہا ہے ؛ حالاں کہ فرعون اخناتون کو مرے ایک ہزار سال گزر چکے ہیں ۔ اس کے پاس فرعون اخناتون کے دور کے سونے کے سکے بھی ہیں جو آج کل کہیں نہیں چلتے ۔"

حبشی سردار گھوڑے سے اُتر پڑا ۔ اُس نے پہلے عنبر کو سر سے لے کر پاؤں تک گھورا اور پھر کہا :

"اس کا لباس بھی ایک ہزار برس پرانے مصر کا ہے ۔ تمھارا نام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا ہے نوجوان ؟"

"عنبر"

"تم کون ہو ؟"

"مَیں مصر کا شہزادہ ہُوں۔ اخناتون میرا چچا ہے اور ملکہ نفرتی میری والدہ ہے"

سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ سردار نے ہاتھ اُٹھا کر کہا:

"خاموش"

چاروں طرف خاموشی چھاگئی۔ سردار نے کہا۔

"سونے کے سِکّے مجھے دکھاؤ"

عنبر نے سونے کے سِکّے سردار کو دیے۔ سردار سکّوں کو ہتھیلی پر لے کر غور سے دیکھنے لگا۔ سکّے بالکل نئے اور چمکیلے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی شاہی خزانے سے نکالے گئے ہیں۔ کھُدائی میں نِکلے ہُوئے سکّے سیاہ پڑ چکے ہوتے ہیں۔ سردار بھی چکّر میں آگیا۔ اُس نے پُوچھا:

"تم مِصر سے یہاں کس طرح پُہنچے ؟"

"اپنے بادبانی جہاز پر"

"تمہارا جہاز کہاں کھڑا ہے ؟"

"مَیں جہاز کو ساحلِ سمندر پر چھوڑ کر آیا تھا مگر یہ لوگ ابھی ابھی سمندر دیکھ کر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں کوئی جہاز نہیں

ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
بوڑھے حبشی نے کہا:
"معزز سردار، سمندر خالی ہے۔ وہاں کوئی جہاز نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہے"
سردار نے عنبر کی نبض دیکھی اور کہا:
"تمہیں بخار معلوم ہوتا ہے"
عنبر نے کہا:
"میں خود حکیم ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تندرست ہوں"
پھر تم پاگلوں ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک ہزار سال پیچھے سے زندہ سلامت چلے آ رہے ہو"
"یہ حقیقت ہے معزز سردار، میں نے جہاز میں ایک ہی دن میں ایک ہزار سال عبور کر لیے ہیں"
لوگوں نے پھر قہقہے لگائے اور عنبر کا مذاق اڑانا شروع کر دیا
سردار نے لوگوں کو چپ کراتے ہوئے عنبر سے کہا:
"میرے ساتھ آؤ نوجوان، تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور اس بستی میں تمہیں میری حویلی کے سوا اور کہیں آرام نہیں مل

سکتا۔"
حبشی سردار عنبر کو ساتھ لے کر اپنی حویلی میں آ گیا۔
سردار کی حویلی اُس بستی کے کنارے پر تھی۔ اس کے ارد گرد زیتون اور کھجور کے درختوں کا بڑا گھنا اور خوبصورت باغ تھا جہاں سیاہ پتھر کے تخت بچھے ہوتے تھے۔ سردار عنبر کو اپنے کمرے میں لے گیا۔ یہاں دیواروں پر تلواریں اور نیزے سجے تھے۔ فرش پر حسین اور قیمتی ایرانی قالین اور عربی ریشم کی چادریں بچھی تھیں۔
سردار نے پوچھا:
"کیا کھاؤ پیو گے؟"
"مجھے نہ بھوک ہے نہ پیاس۔"
سردار ہنس پڑا۔ اُس نے تالی بجائی۔ ایک حبشی خادمہ چاندی کے طشت میں تازہ کٹا ہُوا رس دار تربوز اور کھجوریں لے کر اندر آئی اور ان کے درمیان رکھ کر واپس چلی گئی۔ سردار نے کہا:
"اب مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو اور یہ ایک ہزار سال پُرانے سونے کے سکّے تم نے کہاں سے حاصل کیے ہیں؟"
عنبر نے شروع سے آخر تک ساری کہانی سچ سچ بتا دی۔ سردار گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے عنبر کی باتوں سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ مگر یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ وہ ایک ہزار

سال سے زندہ ہے اور اُسے موت نہیں آئی۔ اس کے باوجود عنبر کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ کوئی بھی انسان اِس دنیا میں رہتے ہوئے ایک ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتا۔

سردار نے کہا :

"عنبر تم آرام کرو۔ شاید نیند کر لینے سے تمہارے دماغ پر اچھا اثر پڑے گا۔"

اب عنبر نے پوچھا :

"اِس مُلک کا نام کیا ہے۔ جہاں اِس وقت میں موجود ہوں؟"

سردار نے کہا :

"تم اِس وقت مُلک افریقہ میں ہو اور یہاں ہینی بال کی حکومت ہے۔ میں صوبے کے گورنر کا بھانجا ہوں اور اس بستی کا سردار ہوں۔ مصر میں فرعونوں کی حکومت ختم ہو چکی ہے اور اس وقت وہاں خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ ابو سمبل کے پڑپوتے فرعون کو لوگ قتل کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہمارا بادشاہ ہینی بال مصر پر حملہ کرنے ہی والا ہے۔ پھر مصر پر ہماری حکومت ہو گی۔"

عنبر نے کہا :

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

سردار ہنس پڑا :

"تم ہمارے لباس اور اپنے لباس کو دیکھو۔ اپنی زبان اور ہماری

زمان کو دیکھو۔ اپنے سونے کے سکوں اور ہمارے چمڑے کے سکوں کو دیکھو۔ اپنی پرانی بھدی تلوار اور ہماری تلوار اور تانبے کی دھات کے تیر کمان کو دیکھو۔ کیا تمہیں ان سب میں ایک ہزار سال کا فرق دکھائی نہیں دے رہا؟"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو سردار!"

"اچھا اب تم آرام کرو۔ صبح باتیں کریں گے!"

سردار چلا گیا۔ عنبر اکیلا بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگا کہ خدا جانے اب حالات کیا رُخ اختیار کریں گے۔ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ تو کر دیا گیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ اُسے تاریخ کے کس کس دور میں سے کون کون سی مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے گزرنا ہوگا۔ اس بات کا اُسے یقین تھا کہ اُس پر اعتبار کوئی نہیں کرے گا۔ اس لیے اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اُسی ملک کے لوگوں کا بھیس بدل لے گا اور اب کسی سے نہیں کہے گا کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے۔

سنگ دِل ہینی بال

•

حبشی سردار ساری رات غور کرتا رہا۔

اُسے معلوم تھا کہ افریقہ کا بادشاہ ہینی بال مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا چاہتا ہے۔ اگر سردار اِس سلسلے میں ہینی بال کی مدد کرے تو وُہ فوج میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اِس کے لیے ضروری تھا کہ عنبر کو استعمال کیا جائے۔ مصر کے بارے میں عنبر کی معلومات سے فائدہ اٹھایا جائے اور اُسے مصر کے تازہ ترین حالات معلوم کرنے کے لیے اُس سے جاسوسی کرائی جائے۔ سردار نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عنبر کو ساتھ لے کر بادشاہ ہینی بال کے دربار میں جائے گا۔ صبح اُٹھ کر اس نے عنبر کے ساتھ ناشتہ کیا اور کہا:

"عنبر! میں چاہتا ہُوں کہ تم ہمارے ملک میں آئے ہو تو تمہاری ملاقات بادشاہ ہینی بال سے کرائی جائے۔ وُہ تم سے مِل کر یقیناً خوش ہوگا۔ کیا تم ہمارے بادشاہ سے ملنا چاہتے ہو عنبر؟"

"کیوں نہیں، ضرور ملنا چاہوں گا!"

عنبر نے سوچا کہ اب اُسے اپنے آپ کو تاریخ کے دھارے کے حوالے کر دینا چاہیے۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ویسے بھی ا

کی خواہش تھی کہ ایک معمولی مسافر کی طرح ایک سردار کی حویلی میں پڑا رہنے سے بہتر ہے کہ دربار میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کیا جائے آخر وہ مصر کا شہزادہ تھا۔ وہ گھٹیا درجے کے ماحول میں ہرگز نہیں رہ سکتا تھا۔ سردار نے اُس کے دل کی بات کہی تھی۔ وہ تو چاہتا تھا کہ بادشاہ تک رسائی حاصل کرے۔ سردار نے خوش ہو کر کہا:

"بس ٹھیک ہے۔ ہم کل ہی دارالحکومت ایلام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

دوسرے دن سردار اپنے محافظوں اور عنبر کو ساتھ لے کر ایلام کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایلام افریقہ کی اُس بستی سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ اعلیٰ نسل کے تازہ دم عربی گھوڑوں پر سوار سردار اور عنبر نے یہ سفر دو دن اور دوپہر میں طے کر لیا۔ تیسرے روز انہیں دُور سے ایلام شہر کی فصیل نظر آنے لگی۔

ایلام کا شہر بہت بڑا تھا۔ اس کے ارد گرد ایک بڑی مضبوط اور چوڑی فصیل تھی جس کے چار دروازے تھے۔ فصیل کے ارد گرد پانی سے بھری ہوئی ایک گہری کھائی چلی گئی تھی۔ فصیل کے بُرجوں پر ہر وقت پہرے دار موجود رہتے تھے۔ ایلام کے اندر بادشاہ سیلنی بال کا شان دار محل تھا۔ شہر کے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہوئے پہریداروں نے اُنہیں روک لیا۔ سردار نے اپنی شاہی انگوٹھی دکھائی تو پہریداروں نے ادب سے سر جھکا دیا اور بگل بجا کر سردار کا خیرمقدم

کیا۔ عنبر بڑی شان کے ساتھ سردار کے ہمراہ شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر میں ہر طرف چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ لوگ زرق برق لباس میں ملبوس تھے اور خوش حال دکھائی دے رہے تھے۔ دکانوں کے اندر ... پڑے، مشک عنبر، قیمتی جواہرات، چاندی کے برتنوں اور قسم قسم کا سامان بھرا پڑا تھا۔ کارواں سراؤں کے باہر سپاہی اور مزدور لکڑی کے تختوں پر بیٹھے پھلوں کا رس پی رہے تھے۔ ایک بازی گر چوک کے بیچ میں رسّی تانے اُس پر رقص کر رہا تھا اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔

مندر میں ڈھول پیٹے جا رہے تھے۔ عنبر نے سردار سے پوچھا:

"یہ لوگ کس کی پوجا کرتے ہیں؟"

سردار نے کہا:

"ہم لوگ دیوتا مردوک کی پرستش کرتے ہیں۔ جس نے ہمارے لیے پانی بنایا اور جو ہماری گائے بھینسوں کو دودھ دیتا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا مردوک خود چل پھر سکتا ہے؟"

سردار نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے نوجوان، ہمارے مقدس دیوتا کے بارے میں ایسی بات زبان سے مت نکالو۔ مردوک ہمارا دیوتا ہے۔ وہ اگرچہ مندر میں پتھر کا ایک بُت ہے۔ مگر وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔"

عنبر خاموش رہا۔ وُہ سردار کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ کیوں کہ وُہ کبھی بھی پتھر کے بُت کو خُدا ماننے پر تیار نہیں تھا۔ وُہ جس ماں کا بیٹا تھا اُس نے صرف ایک اور واحد خدا کی پُوجا کی تھی اور کل تک عنبر بھی اسی خُدا کی پُوجا کرتا آیا تھا۔ جو تمام زمین و آسمان کا مالک ہے۔ مگر اُس وقت مناسب یہی تھا کہ وُہ اہلِ ایلام کے مردود دیوتا کے بارے میں کچھ نہ کہے۔

سردار ایک شاندار حویلی کی ڈیوڑھی میں آ گیا۔ نوکروں نے آگے بڑھ کر گھوڑے تھام لیے۔ سردار عنبر کو ساتھ لے کر ایک نہایت سجے ہُوئے پُرتکلف کمرے میں آ گیا یہاں دیواروں پر بیش قیمت قالین ہرن اور شیر کی کھالیں لٹک رہی تھیں۔ زمین پر کمخواب کا فرش بچھا تھا۔ چاندی کی تپائیوں پر رنگین صراحیوں میں انگوروں کا رس بھرا ہُوا تھا۔ جگہ جگہ دیوار گیروں میں چاندی کے شمعدان رکھے تھے جن میں زیتون کا تیل پڑا تھا۔

اُس رات سردار نے عنبر کے اعزاز میں دعوت دی اور شہر کے معززین کو بھی بُلایا۔ سردار نے ان سب سے [illegible] تعارف کرواتے ہُوئے کہا:

"یہ میرا دوست اور ایک بہادر شاہی سردار ہے"

وُہ عنبر کو مصر کا باشندہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ ایلام میں لوگ مصریوں کو اپنا دشمن خیال کرتے تھے اور ان سب کو

معلوم تھا کہ بادشاہ ہینی بال مصر پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ دعوت میں کئی بھینسے، ہرن، مور، خرگوش، نیل گائے اور زرلفے ذبح کیے گئے۔ دسترخوان پر ہر قسم کا بھُنا ہُوا گوشت، طرح طرح کا پھل، خشک باداموں کے آٹے کی روٹی اور انگوروں کا رس موجود تھا۔

دعوت جاری تھی۔ ہر طرف ایک شور و غل مچا تھا کہ سردار عنبر کو ساتھ لے کر حویلی کے باغ میں آ گیا۔ سنگ مرمر کے حوض میں سُرخ مچھلیاں تیر رہی تھیں اور فوّارے چل رہے تھے۔ سردار نے کہا:

"عنبر، بادشاہ سے کل ملاقات ہو گی۔ مَیں نے ظلِ ہُما شاہ افریقہ ہینی بال کو پیغام بھجوا دیا ہے، اور سُنو، مَیں تمہیں بادشاہ سے شام کے ایک سردار کا بہادر بیٹا کہہ کر مِلاؤں گا۔ یاد رکھو بادشاہ کو یہ کسی صورت بھی معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم مصری ہو۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ تم مِصر کے شاہی دربار میں کچھ عرصہ گزار چکے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"سردار، تم جیسا کہتے ہو ایسا ہی ہو گا۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے کہ بادشاہ پر یہ ظاہر نہ ہو کہ مَیں مصر کا شہزادہ ہُوں تو ایسا نہیں ہو گا۔"

"اِس میں تمہاری ہی بھلائی ہے عنبر، مَیں چاہتا ہُوں کہ تمہیں ہینی بال کے دربار میں ایک اعلیٰ مقام دِلواؤں ـــ کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ تم شاہی لباس پہن کر بادشاہ کے دربار میں بیٹھو؟"

"ضرور، مَیں تو یہی چاہتا ہُوں۔ بلکہ میری شروع ہی سے یہ خواہش رہی ہے کہ دربار میں رہُوں۔ مَیں ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے وابستہ رہا ہُوں"

"تو پھر جس طرح میں کہتا ہُوں اُسی طرح عمل کرنا۔ ربّ مردوک نے چاہا تو تم بہت جلد دربار میں وہ مقام حاصل کر لو گے کہ بڑے بڑے درباری تم پر رشک کریں گے"

"فکر نہ کرو سردار، مَیں تمہاری ہدایت کے مطابق آگے چلوں گا۔ تم جو کچُھ کہو گے اُسی پر عمل کروں گا"

"شاباش عنبر، مجُھے تم سے یہی اُمّید تھی اور پھر تمہاری بھلائی بھی اِسی میں ہے۔ کل ہم دربار شاہی میں چلیں گے"

"بے شک"

دُوسرے دن سردار نے عنبر کو بڑا قیمتی اور شان دار لباس پہنایا خودبھی شاہی خلعت زیب تن کی اور سجے سجائے گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی محل کی جانب چل پڑا۔ شاہی محل شہر کے درمیان میں ایک اُونچے ٹیلے پر واقع تھا۔ سنگ مرمر کی سیڑھیوں والا راستہ محل کے بڑے دروازے تک جاتا تھا۔ دروازے پر دربان نے انہیں روکا۔ سردار نے اپنی شاہی انگوٹھی دکھائی تو دروازہ کھول دیا گیا۔

اب وہ محل کی چار دیواری میں داخل ہو چکے تھے۔

یہ محل مصر کے بادشاہوں کے محل سے بالکل مختلف تھا۔ محل

کے ستون تکونے تھے اور محرابیں بھی تکون کی شکل میں تھیں۔ سارے کا سارا محل سُرخ پتھر کا بنا ہُوا تھا اور اس پر کسی قلعے کا گمان ہوتا تھا۔ سردار عنبر کو ساتھ لے کر دربار کے بڑے ہال میں آگیا۔ یہاں درباریوں نے سردار سے ملاقات کی۔ سردار نے تمام درباریوں سے عنبر کا یہ کہہ کر تعارف کروایا کہ وُہ شام کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور بادشاہ سلامت کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرنے آیا ہے۔

"یقیناً یہ شاہی نوجوان ہمارے عظیم ترین شہنشاہ سے مل کر خوش ہو گا"

عنبر نے کہا:

"کیوں نہیں، مجھے شہنشاہ ظلِ ہُما کی محبت ہی یہاں تک کھینچ لائی ہے"

سردار بہت خوش ہُوا کہ عنبر ٹھیک اُس کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اتنے میں سارا محل طبل اور تاشوں کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی سارے درباری اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے سر جھکائے کھڑے ہوگئے۔ سارے دربار میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ جہاں ایک پل پہلے اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ وہاں اب ایسی خموشی چھا گئی تھی کہ اگر ایک تنکا بھی گرے تو اُس کی آواز آ جائے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت ہال

تشریف لا رہے ہیں۔

لمبے تڑنگے فوجی سپاہیوں کا ایک دستہ ہتھیاروں سے لیس دربار میں داخل ہو کر تخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی افریقہ کا جابر اور سنگ دل بادشاہ سیینی بال دربار میں داخل ہوا۔ وہ فوجی لباس میں تھا۔ تلوار اس کے پہلو میں لٹک رہی تھی۔ اُس کے سر پر سونے کا تاج تھا۔ بازوؤں پر سونے کی زنجیریں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی۔ گھنی سیاہ ڈاڑھی مونچھوں میں چہرہ تانبے کی طرح چمک رہا تھا۔ آنکھیں سُرخ چیتے کی مانند تھیں۔ وہ آگے بڑھ کر سنگ سرخ کی سیڑھیاں چڑھتا تخت پر بیٹھ گیا۔ اس تخت پر دُنیا جہان کے قیمتی ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا اور ایک بوڑھے درباری نے آگے بڑھ کر کہا:

"حضور کا سایہ رعایا پر سلامت رہے۔ ظلِ ہُما کی برکت سے رعایا خوش حال رہے۔"

تمام درباریوں نے سر جُھکا کر کچھ کہا۔ پھر وزیر دربار نے آگے بڑھ کر سونے کی تھالی میں رکھا ہُوا مردوک کے مندر کا مقدس زیتون کا تیل بڑے پُجاری کی طرف بڑھایا۔ بڑے پُجاری نے آگے بڑھ کر سجدہ کیا اور بادشاہ کے قدموں پر مقدس تیل کا نشان بنا دیا۔ پھر وہ اُسی طرح اُلٹے پاؤں واپس آ کر ایک طرف چُپ چاپ سر

جھکائے کھڑا ہوگیا۔ وزیر دربار چرمے کی دستاویز کھول کر کچھ پڑھنے لگا تھا کہ ہیلینی بال نے بلند آواز میں کہا :

" ہمارے بھانجے سردار گیمات کو پیش کیا جائے "

سردار درباریوں کی قطار میں سے باہر نکل آیا۔ اُس نے تخت کے پاس جاکر دو بار جُھک کر ہیلینی بال کو سجدہ کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ ہیلینی بال نے پُوچھا :

" گیمات، وہ شامی نوجوان کہاں ہے جس کو تم ہم سے ملانے لائے ہو ؟ "

" خدمت اُقدس میں حاضر ہے عالی جاہ "

" اُسے پیش کرو "

" جو حُکم عالی جاہ "

اس کے ساتھ ہی سردار نے اشارہ کیا۔ عنبر شان دار شاہی لباس میں ملبوس آگے بڑھا اور بادشاہ کو تین بار سلام کر کے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ دربار میں ایک سکتہ سا چھا گیا۔ عنبر نے بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ وزیر جنگ نے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن کو جُھکانا چاہا، مگر ہیلینی بال نے ہاتھ اُٹھا کر کہا :

" اسے مجبور نہ کیا جائے "

دربار میں سناٹا طاری ہوگیا۔ ہیلینی بال نے پُوچھا :

" اے نوجوان، تم کہاں سے آئے ہو؟ "

عنبر نے سردار کے رٹے رٹائے فقرے دُہرا دیے۔ ہینی بال تخت سے اُتر کر عنبر کے قریب آ گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ ہینی بال ایک ہٹا کٹا تنومند آدمی ہے۔ وہ بادشاہ کم اور سپاہی زیادہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے چہرے سے سنگدلی اور ظلم ٹپک رہا تھا۔ ہینی بال نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ عنبر کی رگوں میں بھی شاہی خُون گردش کر رہا تھا۔ اگر وُہ بھی شاہی خاندان سے نہ ہوتا تو شاید ہینی بال کی خوف ناک نظروں کو برداشت نہ کر سکتا۔ مگر شہزادہ ہونے کی وجہ سے وُہ دربار میں ایک سنگ دل اور جابر بادشاہ کے سامنے بڑے وقار اور جرأت کے ساتھ کھڑا تھا۔ ہینی بال نوجوان عنبر کی جرأت اور پُروقار شخصیت سے بہت متاثر ہُوا۔ کہنے لگا :

" تمہاری نیلی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم شام کی مصری سرحد کے قریب کے رہنے والے ہو "

یہ سوال بڑا خطرناک تھا۔ سردار نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا کہ نہ جانے عنبر اِس کا کیا جواب دے۔ مگر عنبر بادشاہوں کے مزاج اور دربار کی سیاست کو اچھّی طرح جانتا تھا۔ اُس نے فرعون کا عظیم الشان سازشوں والا دربار دیکھا تھا۔ ہینی بال کا دربار اُسے ڈرا نہیں سکتا تھا۔ اُس نے جھٹ کہا :

" جہاں پناہ، آپ کا اندازہ بالکل درُست ہے۔ میرے والد صاحب کے دادا شام کی مصری سرحد کے رہنے والے تھے "

ہینی بال نے اچانک غصے میں آ کر کہا :

" مگر تم مصری نہیں ہو۔ ٹھیک ہے ناں ؟ "

عنبر نے جھٹ کہا :

" مَیں مصری نہیں ہُوں عالی جاہ، مصریوں نے میرے آبا و اجداد کو قتل کر کے ان کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا۔ مَیں تو مصریوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہُوں "۔

ہینی بال نے خوش ہو کر کہا :

" شاباش، شاباش۔ ہمیں ایسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے میرے بھانجے نے تمہاری بہت تعریف کی تھی۔ تم دربار کے بعد مجھے ملنا "۔

عنبر نے سر جُھکا کر کہا :

" جو حکم عالی جاہ "۔

دربار برخاست ہو گیا۔ ہینی بال چلا گیا۔ درباریوں نے عنبر اور سردار کو گھیر لیا اور عنبر کی جرأت کی داد دینے لگے۔ شام کو سردار ہینی بال کے خاص محل میں آ گیا۔ ہینی بال کمرے کے وسط میں کھڑا زمین پر بنا ہُوا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنے سردار بھانجے کو اندر آتے دیکھا اور پھر بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے لگا۔ اچانک سردار کی طرف پلٹ کر بولا :

" کیا یہ شاہی سردار کا بیٹا مصر کے درباریوں سے واقف ہے؟ "

" جہاں پناہ، یہ نوجوان اپنے باپ کے ساتھ کئی برس فرعون کے دربار میں رہا ہے "

ہینی بال نے زمین پر زور سے پاؤں مارتے ہوئے کہا :

" پھر تم اُسے کیوں نہیں مصر روانہ کرتے ؟ کیا تمہیں اس پر بھروسہ ہے ؟ "

سردار نے کہا :

" پورا پورا بھروسہ ہے جہاں پناہ "

ہینی بال بولا :

" ہوں ــــ اگر اس نے غداری کی تو مَیں مصر پہنچ کر اس کا سر قلم کر دوں گا "

" وہ ایسا نہیں کرے گا عالم پناہ، اُسے آپ سے عقیدت ہے "

سردار نے یقین دلایا ۔

" ٹھیک ہے اُسے کل زرد جواہرات دے کر مصر روانہ کردو، اور کہو کہ مصری فوج کی پوری تعداد اور منجنیقوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر کے جلد میرے پاس آئے "

" جو حکم عالم پناہ "

سردار نے جُھک کر سجدہ کیا اور واپس اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا ۔ راستے میں وہ یہی سوچتا آ رہا تھا کہ اگر عنبر نے پوری پوری جاسوسی کی تو ہینی بال کی فتح یقینی ہو گی اور اُسے ضرور کوئی

بڑا عہدہ انعام میں مل جائے گا۔ سردار اسی عہدے کے لالچ میں عنبر کو مصر میں جاسوسی کرنے بھیج رہا تھا۔ عنبر اس لیے مصر جانے پر راضی ہوگیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی قبر پر دُعا پڑھنے کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی ایک ہزار برس گزر چکے ہیں اور تھیبس کا شہر تباہ ہوکر کھنڈر بن چکا ہے ؟

ویران شہر

•

رات کو سردار اپنے ساتھ عنبر کو ایک قہوہ خانے میں لے گیا۔ یہ قہوہ خانہ شہر ایلام کے مشرقی دروازے کے پہلو میں تھا یہاں لوگ لکڑی کی چوکیوں کے ارد گرد بیٹھے قہوہ پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ کہیں کوئی سپاہی جنگ میں دشمن کے ساتھ اپنی بہادری کی کہانی سنا رہا تھا۔ کہیں کوئی بیوپاری دوسرے تاجر سے کاروبار کی بات کر رہا تھا۔ کہیں کوئی ملاح سمندر کے عجیب و غریب واقعات سنا رہا تھا۔ قہوہ خانے کے اندر ہلکا ہلکا شور سا مچ رہا تھا۔ سردار کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر قہوہ خانے کا مالک لپک کر آگے بڑھا اور اس نے جھک کر سلام کیا۔

"اگر حضور پسند فرمائیں تو میں سیاہ انگوروں کی بیل کے نیچے تخت بچھا دوں؟"

سردار نے کہا:

"ہاں وہاں مناسب رہے گا، یہاں شور ہے۔ ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"جو حکم حضور!"

قہوہ خانے کے مالک نے اسی وقت قہوہ خانے کے عقب میں سیاہ انگوروں کے باغ میں مشعل جلا کر سنگِ سُرخ کا تخت بچھا دیا اور اُوپر خرطوم کا سفید کھیس ڈال دیا۔ عنبر اور سردار وہاں بیٹھ گئے۔ قہوہ آ گیا اور وہ قہوہ پیتے ہُوئے باتیں کرنے لگے۔ عنبر نے قہوے کی تعریف کی اور کہا کہ ایلام میں قہوہ بہت لذیذ ہوتا ہے۔ سردار نے اُسے بتایا کہ جنوبی افریقہ اپنے لذیذ اور خالص قہوے کے لیے مشہور ہے۔ اس کے بعد وُہ ہبینی بال کے دربار کی باتیں کرنے لگے۔ عنبر ہبینی بال کی مردانہ وجاہت اور سپاہیانہ شخصیت سے بہت متاثر ہُوا تھا۔ سردار نے مناسب موقع دیکھ کر بات شروع کرتے ہُوئے عنبر کو بتایا کہ ہبنی بال چاہتا ہے کہ وہ مصر جا کر وہاں بعض ضروری معلومات حاصل کر کے لائے۔ ہبینی بال مصر پر آخری اور فیصلہ کُن حملہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے وہ مصری فوج اور منجنیقوں کی تعداد کے بارے میں مکمل تفصیل چاہتا ہے۔

عنبر کو معلوم تھا کہ سردار اُس سے یہی بات کرے گا اور وُہ مصر جا کر یہ معلومات فراہم کرنے کے لیے ذہنی طور پر راضی بھی تھا کیوں کہ مصر کے فرعون نے اُس کی والدہ اور چچا کو قتل کر کے اُس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی جو آج وہاں حکمران تھا۔ عنبر چاہتا تھا کہ اس خاندان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے تاکہ وہ اپنی والدہ

کے قتل کا انتقام لے سکے۔ پھر بھی وُہ سردار پر یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وُہ جاسوسی کرنے پر صرف اُس کی خاطر راضی ہو رہا ہے۔ اُس نے کہا:

"معزز سردار، جاسوسی اچھا کام نہیں۔ لیکن میں تمہاری خاطر یہ کام بھی کر لوں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"مَیں تمہاری ہر شرط ماننے پر تیار ہُوں۔"

"شرط یہ ہے کہ میری معلومات اگر درُست ثابت ہوئیں تو میں بیلنی بال کے دربار میں ایک عہدہ طلب کرنے میں حق بجانب ہُوں گا۔"

"مَیں وعدہ کرتا ہُوں کہ تمہیں دربار میں عہدہ دلوا دُوں گا۔"

"تو پھر میرے مصر پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔"

سردار بہت خوش ہُوا کہ عنبر نے بہت جلد اُس کی بات مان لی تھی! وگرنہ اُسے خیال تھا کہ عنبر شاید مصری ہونے کی وجہ سے جاسوسی کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ لیکن اُسے کیا معلوم کہ عنبر تو مصر کے شاہی خاندان سے اپنی والدہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

سردار نے اُسی روز عنبر کے مصر کی طرف کوُچ کرنے کا بندوبست کر دیا۔ عنبر کے ساتھ اس نے چھ سواروں کا ایک دستہ کر دیا۔ جن کا فرض یہ تھا کہ وُہ عنبر کو اپنی حفاظت میں مصر کی سرحد پر پہنچا کر واپس آ جائیں گے۔ مُنہ اندھیرے یہ چھوٹا سا قافلہ مصر کی

جانب روانہ ہوگیا۔

ایلام شہر سے مصر کی سرحد سات دن رات کی مسافت پر تھی۔ دن کے وقت یہ لوگ سفر کرتے اور رات کو کسی مناسب جگہ دیکھ کر پڑاؤ کر لیتے۔ چھٹے روز شام کے وقت یہ لوگ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک آسمان پر دُھند سی چھا گئی۔ ہوا بند ہوگئی اور حبس سا ہوگیا۔ سپاہیوں نے فوراً ایک جگہ ریت میں خیمے لگا دیے۔ عنبر نے سفر جاری رکھنے کے لیے کہا تو سپاہی نے کہا:

"سردار، بڑا زبردست آندھی کا طوفان آ رہا ہے۔ اگر ہم نے خیموں میں پناہ نہ لی تو ہم ریت کے تودوں میں دب کر رہ جائیں گے۔"

اور ایسا ہی ہوا۔ ابھی وہ بمشکل خیمے کے اندر گھس کر لیٹنے ہی پائے تھے کہ آندھی چلنا شروع ہوگئی۔ یہ آندھی اس قدر شدید تھی کہ خیمے کے باہر ہزاروں شیر دھاڑتے محسوس ہو رہے تھے۔ ساری رات آندھی چلتی رہی۔ سپاہی خیموں کو ہاتھوں اور پاؤں سے تھامے رہے۔ ہر لمحے یہی فکر تھا کہ ابھی خیمہ اڑ جائے گا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سپاہی تیز آندھی میں باہر نکل کر خیمے کے اوپر پڑی ہوئی ریت صاف کر دیتے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ریت کے ٹیلے تلے دب کر رہ جاتے۔

رات کے پچھلے پہر طوفان تھم گیا۔ آسمان ایک دم صاف ہوگیا۔ اُنھوں نے خیمے سے باہر نکل کر دیکھا۔ صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہُوا تھا جہاں پہلے ٹیلے تھے وہاں صحرا تھا، اور جہاں پہلے صحرا تھا وہاں اب ریت کے بڑے بڑے ٹیلے کھڑے ہوگئے تھے۔ اُنھوں نے خیمے اکھاڑ کر گھوڑوں پر رکھے اور ستاروں کی رہنمائی میں سفر شروع کر دیا۔ صبح کو سورج نکل آیا اور رات بھر کی شبنم میں بھیگی ٹھنڈی ریت ایک پہر دن گزرنے کے بعد انگاروں کی طرح گرم ہونا شروع ہوگئی۔ مگر اُنھوں نے پاؤں کے گرد چمڑا لپیٹ رکھا تھا اور سروں پر دُھوپ سے بچنے کے لیے عمامے باندھ رکھے تھے۔

دوپہر کے وقت انھوں نے ایک نخلستان میں پڑاؤ کیا۔ یہ نخلستان صحرا کے بیچ میں جنّت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا۔ کھجُوروں کے جُھنڈ کی ٹھنڈی چھاؤں میں چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس چشمے کا پانی بے حد ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ اُنھوں نے خود بھی جی بھر کر پیا اور گھوڑوں کو بھی نہلا کر پانی پلایا۔ تیسرے پہر جب دھوپ ڈھلنے لگی تو وہ ایک بار پھر تازہ دم ہو کر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔

ساری رات وُہ صحرا میں ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سفر کرتے رہے۔

ستارے آسمان پر بڑے بڑے ہیرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ سپاہی ستاروں کی رہنمائی میں سفر کرنے کے عادی تھے؛

چناں چہ جب رات ڈھل گئی اور آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تو انہیں دُور مُلک مِصر کے اہرام دکھائی دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مصر کی سرحد میں داخل ہونے والے تھے۔ سرحد کے پاس آ کر سپاہیوں نے عنبر کو خدا حافظ کہا اور واپس ایلام کی سمت مُڑ گئے۔

عنبر مُلک مِصر کی سرحد پر اکیلا کھڑا تھا۔ یہ وُہ ملک تھا جس کی آب و ہوا میں وُہ پَل کر جوان ہُوا تھا اور جس کے ایک فرعون نے اُس کی والدہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کا دل انتقام کی آگ میں جلنے لگا۔ اُسے یُوں محسوس ہُوا کہ اگر اُس نے فرعون کے خاندان سے انتقام نہ لیا تو اُس کی ماں اور نیک دل چچا کی رُوح تڑپتی رہے گی۔ مصر کی سرحد میں وُہ ایک ہزار سال کے بعد داخل ہو رہا تھا۔ اس اثنا میں کتنے ہی فرعون مصر کے تخت پر بیٹھ کر مر کھپ گئے تھے۔ اس وقت مصر کے تخت پر ابو تہبل کا پڑپوتا بیٹھا تھا۔ وہ ایک کمزور اور عیش پسند فرعون تھا۔ اپنے آرام کی خاطر وہ لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کروا دیتا تھا۔ ہر طرف خانہ جنگی کا سماں تھا۔ مصر کی سلطنت دم توڑ رہی تھی۔ سرحدوں پر چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے ملک حملہ کرتے اور لُوٹ مار کر کے بھاگ جاتے ملک میں ہر طرف ایک افراتفری مچی تھی۔ جس وقت عنبر مصر کی سرحد میں داخل ہوا تو اُسے چند ایک مِصری فوجیوں نے روک لیا۔

"کون ہو تم ؟ اور کہاں سے آ رہے ہو ؟"

عنبر اُس وقت ایک شہر شہر پھر کر بیماروں کا علاج کرنے والے حکیم کے بھیس میں تھا۔ اُس نے کہا :

"میرا نام عنبر حکیم ہے۔ میں فلسطین کے صوبے سے آ رہا ہوں۔ مَیں دُکھی اور بیمار انسانوں کی تیمار داری کرتا ہوں۔"

سپاہی نے کہا :

"تم ٹھیک وقت پر آئے ہو۔ ہمارا ایک سپاہی کل سے سخت بیمار ہے۔ اُس کا علاج کرو۔ اگر تم نے اُسے تندرست کر دیا تو تمہیں سرحد عبور کرنے کی اجازت مل جائے گی ؛ ورنہ تمہیں اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا۔"

عنبر دل میں گھبرا گیا کہ یہ کس مصیبت میں وہ پھنس گیا ہے مگر اسے اپنی دوائیوں اور خدائے واحد پر بڑا بھروسا تھا۔ اُس نے کہا :

"مجھے مریض کے پاس لے چلو۔"

"آؤ میرے ساتھ۔"

پہریدار عنبر کو ساتھ لے کر چوکی کی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ کوٹھڑی کے اندر ایک مصری سپاہی کھجور کی چٹائی پر پڑا تھا۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ بخار سے اُس کا جسم پھُنک رہا تھا۔ عنبر نے اُس کی نبض دیکھی۔ پھر اُس کی آنکھوں کو کھول کر دیکھا۔ اپنی صندوقچی میں

سے جڑی بوٹیوں کا عرق نکال کر مٹی کے پیالے میں ڈالا اور بیہوش سپاہی کے حلق میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد اس نے ٹھنڈی ریت کا لیپ اس کے ماتھے پر کرنا شروع کر دیا۔ ریت گرم ہو جاتی تو وُہ اُسے اُتار کر اُس کی جگہ تازہ ریت کا لیپ کر دیتا۔

چند لمحوں کے بعد مریض کا بُخار ٹوٹ گیا اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ سپاہی پہریدار بہت خُوش ہوئے اور اُس نے عنبر کو سرحد عبور کرنے کی اجازت دے دی۔

عنبر نے ربِ عظیم کا شکر ادا کیا کہ اُس کی جان عذاب سے چھوٹی۔ مصر کی سرحد سے ایک کچا راستہ جو کہ پتھروں سے اَٹا ہُوا تھا، اہرام کی طرف جاتا تھا۔ عنبر گھوڑے پر سوار اِس راستے سے گزرتا ہُوا اہرام کے کھنڈروں کے پاس پہنچ گیا۔ اُسے یاد آیا کہ آج سے ایک ہزار برس پہلے جب وہ ان اہرام میں آیا کرتا تھا تو ابھی اِس کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں۔ مگر ایک ہزار برس گزر جانے کے بعد آج اُس اہرام کے پتھروں کے ٹکڑے اُڑ گئے تھے اور جگہ جگہ خُشک جھاڑیاں اُگ رہی تھیں۔ وُہ زمانے کی بے رحم تبدیلیوں پر غور کرتا ہُوا آگے گزر گیا۔

سرحد عبور کرتے ہی اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ فرعون کو قتل کر کے فوج کے سپہ سالار مہاکہ نے تخت پر قبضہ کر لیا ہے۔ گویا اُس وقت مصر پر فوج کی حکومت تھی۔ راستے میں عنبر کو کئی ایک

فوجی دستے ملے جو گشت کر رہے تھے عنبر اُنہیں سلام کرتا ہُوا آگے گزر جاتا۔ سب سے پہلی بستی جو اُسے ملی وُہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ اِس قصبے کے کچے مکانوں پر ویرانی برس رہی تھی۔ عنبر کو پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ کئی بار دروازے پر ہاتھ مارنے کے بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ وُہ ڈرا ہُوا تھا اور اُس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اُس نے سہم کر پُوچھا:

"کون ہو تم ؟ اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ جو کچھ تھا مہارکہ کے سپاہی لُوٹ کر لے گئے "

عنبر نے بوڑھے کو تسلّی دی اور کہا کہ وہ صرف تھوڑا سا پانی پینا چاہتا ہے۔ کیوں کہ اُسے پیاس لگی ہے۔ بوڑھے نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا :

" اندر آجاؤ "

عنبر ڈیوڑھی میں ایک چٹائی پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے آدمی نے اُسے اور اُس کے گھوڑے کو پانی پلایا۔ اُس نے بتایا کہ مہارکہ نے فرعون کو قتل کر دیا ہے اور لوگوں پر بڑا ظلم ڈھا رہا ہے۔ اُس کے سپاہی ہر طرف لُوٹ مار کر رہے ہیں۔ لوگوں کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں۔ عنبر نے پُوچھا :

" کیا تمہیں معلوم ہے، فوجیوں کی چھاؤنی کس جگہ ہے ؟"

" میں پرسوں شہر گیا تھا۔ مَیں نے دیکھا تھا کہ فوجیوں کی کوٹھڑیاں شہر سے باہر دریائے نیل کے کنارے ابوسمبل کے اہرام کے پاس بنی ہوئی تھیں"

عنبر نے پُوچھا :

" بابا! کیا مہارکہ کے پاس بہت زیادہ فوج ہے ؟"

" اگر زیادہ فوج نہ ہوتی تو وہ تخت پر کیسے قبضہ کرتا ؟ اُس نے بے پناہ فوج بھرتی کر رکھی ہے "

" کیا اُس کی فوج میں سنگ باری کرنے والی منجنیقیں بھی ہیں ؟"

" اِس کا مجھے عِلم نہیں ۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

عنبر نے بات ٹالتے ہوئے کہا :

" مَیں صرف اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا تھا "

اِس کے بعد عنبر نے بوڑھے مصری کا شکریہ ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا۔ بوڑھے مصری سے اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ مصر کے دارالسلطنت کا نام اب میمفس ہے ۔ پُرانا دارالحکومت تھیبس کھنڈر بن چکا ہے ۔ نیا دارالحکومت وہاں سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر واقع ہے ۔ عنبر ساری رات سفر کرتا رہا۔ دن چڑھا تو وُہ ایک نخلستان کے قریب سے گزر رہا تھا۔ یہاں اُس نے چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا اور انگور توڑ کر کھائے۔ گھوڑے کو بھی گھاس چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ کچھ دیر آرام کرنے

کے بعد وُہ میمفس کی طرف چل پڑا۔ سورج غروب ہو رہا تھا کہ اُسے مصر کے سب سے بڑے شہر اور دارالحکومت میمفس کی فصیل کے آثار نظر آئے۔ شہر کے دروازے پر اُسے پہریداروں نے روک لیا۔

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو، کہاں جانا ہے؟"

یہاں بھی عنبر نے یہی کہا کہ وُہ فلسطین کے ایک صوبے سے آیا ہے۔ وہ حکیم ہے چل پھر کر بیماروں کا علاج کرتا ہے اور میمفس میں اپنے ایک حکیم دوست سے ملنے آیا ہے۔ اُس نے پہریداروں میں مشک اور نافہ تقسیم کیا اور یوں اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ وُہ مصر کے نئے دارالحکومت میمفس میں داخل ہو گیا۔ اس شہر کو آباد ہوئے ایک ہزار سال گزر گئے تھے۔ ایک ہزار برس پہلے عنبر کے زمانے میں اس شہر کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔ یہ شہر بھی دریائے نیل کے کنارے پر ہی آباد کیا گیا تھا۔ مگر یہ اُوپر کی طرف تھا۔ یہاں سیلاب کا خطرہ نہیں تھا۔ عنبر رات ہونے سے پہلے ایک کارواں سرائے میں پہنچ گیا۔ یہاں پہلے ہی سے ایک قافلہ اُترا ہوا تھا اور ہر طرف بڑی چہل پہل تھی۔ مگر عنبر نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہروں پر ایک پریشانی اور وحشت سی ہے۔ کوئی بھی شخص اُسے مطمئن نظر نہ آیا۔ نوکر کو کچھ سکے دے کر اُس نے گھوڑے کے چارے پانی کا بندوبست کرنے کو کہا اور خود تھوڑا

بہت کھا پی کر سرائے کے صحن میں لکڑی کی ایک چوکی پر بیٹھ کر قہوہ پینے لگا۔ سرائے کا مالک بھی اُس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

"میری بیوی کئی سال سے بیمار ہے۔ اگر تم اُس کا علاج کر دو تو میں ساری عمر تمہارا غلام رہوں گا۔"

"مَیں اُس کا علاج کروں گا۔ تمہاری بیوی ضرور اچھی ہو جائے گی۔"

عنبر نے سرائے کے مالک کی بیوی کا علاج شروع کر دیا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر بیمار عورت تندرست ہو گئی۔ سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا:

"تم اس کے عوض مجھ سے جو مانگو تمہیں دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ صرف اپنی سرائے کے ایک کمرے میں کچھ عرصہ رہنے کی اجازت دے دو۔ میں اس کے عوض تمہیں پوری اُجرت ادا کروں گا۔"

"نہیں، مَیں تمہارا حق تمہیں ضرور دوں گا۔"

عنبر بہت خوش ہُوا کہ اُس کی رہائش کا مسئلہ بغیر کسی شور شرابے کے بڑی آسانی سے طے پا گیا تھا۔ اُس نے بازار سے کچھ ضروری سامان خریدا اور سرائے کے ایک کمرے میں ڈیرے لگا لیے۔

اب اُس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پُرانے دارالحکومت تھیبس کا پتہ دریافت کیا اور ایک روز اُس کی جانب چل پڑا۔

تھیبس شہر اُس کا وطن تھا۔ وُہ اِسی شہر میں پیدا ہُوا تھا۔ یہیں اُس نے رجال کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ اس جگہ وُہ اپنے بے وفا دوست قہرمان کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ یہیں قہرمان نے فرعون بننے کے بعد اُس کی والدہ ملکہ کو زہر دے کر ہلاک کیا تھا۔ اسی شہر کے باہر اہرام میں اُس کی ماں کی قبر تھی۔ عنبر اپنی ماں کی قبر پر دُعا پڑھنا اپنا سب سے پہلا فرض سمجھتا تھا۔ پُرانے شہر تھیبس کے کھنڈر نئے شہر میمفس سے کافی فاصلے پر تھے۔ اپنے وطن کے کھنڈروں میں پُہنچ کر عنبر کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہاں سوائے ویران کھنڈروں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ اُس کا وُہ گھر تھا جہاں وُہ پلا تھا، نہ وُہ آنگن تھا جہاں کھیل کُود کر وُہ جوان ہُوا تھا۔ اُس کے بے وفا دوست قہرمان کا گھر بھی تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اُس کے باپ فرعون کا محل ریت اور پتھروں کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ کہیں کہیں ایک آدھ ستون کھڑا تھا جو بس گرنے ہی والا تھا۔

درویش اناطوں کی جھونپڑی کے باقی رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دریائے نیل بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر کچھ پرے ہو گیا تھا۔ پُرانے اہرام کے پتھروں کے کنارے اُڑ گئے تھے اور جگہ

جگہ خشک جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ عنبر کو اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک ہزار سال بعد وہاں آیا ہے؛ حالاں کہ ایک ماہ پہلے وہ اپنے شہر اور محل کو ہنستا بستا چھوڑ گیا تھا۔ مگر ایک ہزار برس گزر گئے تھے۔ وہ بڑی مشکل سے تلاش کرتا ہُوا پُرانے اہرام کے غار میں پہنچا۔ اس غار کا دروازہ بڑے سے پتھر نے بند کر رکھا تھا۔ اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ عنبر کو یقین تھا کہ اس کی والدہ ملکہ کی قبر اُس غار کے اندر ہے۔

وہ اپنی ماں کی قبر پر دُعا پڑھنا چاہتا تھا۔

شاہی جاسوس

•

اہرام کے غار میں جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔
عنبر اپنی والدہ ملکہ کی قبر پر دُعا پڑھے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ وُہ ایک ہزار برس کے بعد اپنی والدہ کی قبر پر دُعا پڑھنے آیا تھا۔ اُس نے اہرام اور اُس کے غار کو بھی پہچان لیا تھا۔ اُسے اس غار میں سے اپنی پیاری ماں کی ممتا کی خوشبو آ رہی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ وُہ اندر کیسے جائے۔ غار کے آگے جو بڑا سا پتھر گرا ہُوا تھا وُہ ہزار برس گزر جانے کے بعد اُس اہرام کا ایک حصّہ بن گیا تھا۔ عنبر نے اِدھر اُدھر سے راستہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر وُہ کامیاب نہ ہو سکا۔
اچانک اُسے غار کے چھت کے کونے میں ایک سوراخ سا نظر آیا۔ اُس نے ہاتھ اندر ڈال کر محسوس کیا کہ اندر سے مٹی بھربھری ہے۔ اب وہ وہاں سے مٹی ہٹانے لگا۔ کافی دیر تک مٹی ہٹانے کے بعد اُس نے غار میں اتنا سوراخ کر لیا کہ وہ رینگ کر غار کے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ اُسے یہ بھی خیال تھا کہ ہزار سال گزر جانے کے بعد جانے اندر کیسے کیسے کیڑے کوڑے پیدا ہو گئے

ہوں گے۔ اُس نے پتھر رگڑ کر مشعل جلائی اور خدائے واحد کا نام لے کر رینگتا ہُوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھُپ اندھیرا تھا جیسے مشعل کی روشنی دُور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ غار کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے۔ فضا میں نمی اور گھٹن تھی۔ مگر ماں کی محبت ان سب باتوں پر حاوی ہو چکی تھی۔ اس لیے عنبر غار کے اندر مشعل ہاتھ میں لیے آگے بڑھتا رہا۔ اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اُس نے ماں کی قبر کو پہچان لیا۔ قبر کا پتھر ویسے ہی تھا۔ صرف اُس پر چھت سے گری ہُوئی مٹی اور ریت جگہ جگہ پڑی تھی۔ عنبر بے اختیار ماں کی قبر سے لپٹ گیا اور پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا۔ رونے کے بعد جب اُس کے دل کا غبار دُھل گیا تو اُس نے ہاتھ اُٹھا کر آنکھیں بند کیں اور دُعا پڑھنے لگا۔ دُعا پڑھنے کے بعد وہ اپنے چچا کی قبر پر گیا اور وہاں بھی دُعا پڑھی۔

وہ ماں کی قبر پر بیٹھ گیا اور اپنی گزری ہُوئی اور آنے والی زندگی کے بارے میں غور کرنے لگا۔ وُہ ایک ہزار سال سے زندہ تھا۔ موت اُس پر حرام کر دی گئی تھی۔ ابھی خدا جانے اُسے کتنے ہزار سال اور زندہ رہنا تھا۔ کسی وقت اِس خیال سے اُسے خوشی بھی ہوتی کہ وُہ تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ وُہ نئی نئی حکومتوں کو عروج پر جاتے اور پھر برباد ہو کر مٹتے دیکھ رہا ہے۔

مگر کسی وقت وُہ اُداس بھی ہو جاتا کہ کہیں وُہ اتنی لمبی عمر سے اُکتا نہ جائے۔ اگر وُہ اُکتا گیا تو پھر کیا ہوگا؟ کیوں کہ مر تو وُہ سکے گا نہیں۔

عنبر نے بیٹھے بیٹھے محسوس کیا کہ اُسے کہیں سے پانی کے گرنے کی آواز آ رہی ہے۔ وُہ مشعل ہاتھ میں لے کر اُس طرف چل پڑا جدھر سے پانی کی آواز آ رہی تھی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کہیں قریب ہی پتھروں میں کوئی چشمہ بہہ رہا ہو۔ عنبر آگے بڑھتا گیا۔ غار اب بائیں جانب کو گھوم گئی تھی اور چشمہ بہنے کی آواز زیادہ قریب سے سنائی دینے لگی تھی۔ تھوڑی دُور تک چلنے کے بعد عنبر ایک چشمے پر پہنچ گیا۔ یہاں پر پانی اہرام کے پہاڑ کی چھت میں سے ایک پتلی سی دھار کی شکل میں پتھروں میں گر رہا تھا جہاں جمع ہو کر وُہ چشمے کی صورت میں بہہ کر غار کے اندر ہی اندر کسی نامعلوم مقام کی طرف جا رہا تھا۔

عنبر نے مشعل ایک طرف رکھ کر چشمے میں ہاتھ ڈالا۔ پانی بیحد ٹھنڈا تھا۔ اس نے پانی کا ایک گھونٹ پیا ہی تھا کہ غار میں زلزلہ سا آگیا۔ عنبر خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹا اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ زلزلے کی وجہ سے غار کی دیواریں کانپ رہی تھیں اور چھت میں سے کچھ پتھر نکل کر چشمے کے پانی میں گر پڑے۔ عنبر نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں غار کی چھت نہ بیٹھ جائے۔ وُہ مشعل ہاتھ

ہیں لے کر واپس بھاگنے ہی والا تھا کہ زلزلہ رُک گیا۔ پھر اُسے ایک آواز سُنائی دی۔

"عنبر، کیا تم میری آواز کو پہچانتے ہو؟"

عنبر نے فوراً اُس آواز کو پہچان لیا۔ یہ اُس کے ہمدرد اور مشفق بزرگ اناطول درویش کی آواز تھی۔

"میرے بزرگ درویش اناطول، یہ آپ ہی کی آواز ہے۔ میں نے آپ کی آواز پہچان لی ہے"

"میرے بیٹے، تم نے میری آواز کو ٹھیک پہچانا۔ میں اناطول درویش کی روح ہوں۔ سُنو، تم اپنی والدہ کے بارے میں فکر کرنا چھوڑ دو۔ تمہاری والدہ کی رُوح جنّت میں آرام کر رہی ہے"

"کیا مَیں اپنی والدہ کی رُوح سے مل سکتا ہُوں؟"

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ربِّ عظیم نے تمہاری والدہ کی رُوح کو جنّت کے سب سے بلند حِصّے میں پُہنچا دیا ہے۔ تم سے ملنے کے لیے رُوح کو بہت نیچے آنا پڑے گا اور اِس سے اُسے تکلیف ہو گی"

عنبر نے بے تابی سے کہا:

ربِّ عظیم کا واسطہ ہے اناطول، مجھے بھی میری ماں کے پاس پُہنچا دو۔ مَیں اب زندہ رہنا نہیں چاہتا"

"ایسا ناممکن ہے عنبر، تم اب زندہ رہو گے۔ قیامت تک

زندہ رہوگے۔ یہ تمہاری تقدیر کا فیصلہ ہے۔ تم اگر چاہو بھی تو مر نہ سکوگے۔"

"یہ تو ایک عذاب ہے اناطول۔"

"جسے تم عذاب کہہ رہے ہو۔ وہ تمہاری خوش قسمتی ہے عنبر، رب عظیم نے تمہیں یہ موقع دیا ہے کہ تم تاریخ کا سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ تہذیبوں کو اُبھرتے اور مٹتے دیکھو۔ بہاروں کو آتے اور پھولوں کو ہر موسم میں کھلتے دیکھو۔ تم پرندوں اور چشموں کے نغموں کو قیامت تک سُنتے رہوگے۔ پھر بھلا تم گھاٹے میں کیسے ہو؟ تم تو بڑے فائدے میں ہو۔ تم نے تو آبِ حیات پی لیا ہے۔"

"لیکن اناطول، میں قیامت تک زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

"اب کچھ نہیں ہو سکتا عنبر۔ تمہاری تقدیر لکھی جا چکی ہے۔"

"اناطول، کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ دھارکہ نے کتنی فوج بنا رکھی ہے اور اس کے پاس اسلحہ کتنا ہے؟"

"عنبر بیٹے، یہ دُنیا والوں کی چیزیں ہیں اور دُنیا والے ہی اسے جانتے ہیں۔ ہم کو ان کے معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں تمہیں ہینی بال نے اسی لیے یہاں بھیجا ہے۔ پس تم اس کام کو خود ہی کروگے۔ میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اچھا الوداع!"

"اناطول، اناطول!"

"الوداع، الوداع، الوداع"

عنبر بزرگ درویش انا طول کی رُوح کو پکارتا ہی رہ گیا اور اُس
کی رُوح کی آواز اُسے الوداع کہتی دُور ہوتے ہوتے غائب ہوگئی
اب غار میں سوائے چشمے کے بہنے کی آواز کے اور کوئی آواز نہیں
تھی۔ عنبر کے لیے اب وہاں کھڑے رہنا بے کار تھا۔ اُس نے مشعل
اٹھائی اور واپس چل پڑا۔ ماں کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے اُس
نے ایک بار پھر دُعا پڑھی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر
وہ مشعل کو بجھا کر غار میں سے باہر نکل آیا۔ غار کے اندر اندھیرا تھا
مگر باہر تھیبس کے ویران کھنڈروں پر سُورج چمک رہا تھا اور صحرا کی
ریت گرم ہو رہی تھی۔ عنبر کا گھوڑا کھجوروں کے نیچے گھاس چر رہا تھا
وُہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس کاروان سرائے کی طرف روانہ ہوگیا۔
کاروان سرائے میں واپس آ کر وہ سوچنے لگا کہ مصر کی فوجوں کے
بارے میں مکمل معلومات کہاں سے مہیا کرے۔ یہ کام کافی مشکل تھا
اُس نے کسی سے اِس کا ذکر نہ کیا تھا۔ سرائے کے مالک کو اُس
نے یہی بتایا تھا کہ وُہ میمفس میں بیماروں کا علاج کر کے اپنی روزی
کمانے آیا ہے؛ چنانچہ سرائے میں ہی مریضوں نے اُس کے پاس
آنا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے ہی دِنوں میں اُس کی شہرت سارے
شہر میں پھیل گئی۔ ایک روز وُہ اپنی بیٹھک میں اکیلا بیٹھا جڑی
بوٹیوں کو رگڑ کر دوائی بنا رہا تھا کہ باہر ایک گھوڑ سوار سپاہی

کر رُکا۔ اُس نے عنبر سے آ کر کہا کہ فوج کا ایک کماندار شدید سر درد میں مبتلا ہے۔ اُس نے عنبر کو اپنے محل میں بُلایا ہے۔ عنبر تو اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ فوراً سپاہی کے ساتھ چل پڑا۔

سپاہی عنبر کو فوج کے کماندار کے چھوٹے سے محل میں لے گیا کماندار شدید سردرد میں مُبتلا بستر پر لیٹا تڑپ رہا تھا۔ عنبر نے اُس کی حالت دیکھ کر فوراً ایک دوائی پلائی۔ اُسے کچھ افاقہ ہو گیا۔ اُس نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا :

" یہ کیسی دوائی ہے جس نے فوراً میرا سردرد دُور کر دیا ؟"

عنبر نے کہا :

" یہ درد عارضی طور پر دُور ہُوا ہے۔ پُورا علاج کرنے کے لیے آپ کے سر کو ایک جگہ سے کھول کر دیکھنا ہو گا "

کماندار نے چونک کر کہا :

" کیا تم کھوپڑی کھولنے کے فن سے واقف ہو ؟"

" کیوں نہیں جناب، میرے باپ دادا یہی کام کرتے آئے ہیں "

" اور اگر مَیں مرگیا تو ؟"

" ایسا کبھی نہیں ہُوا جناب کہ مَیں نے کسی کی کھوپڑی کھول کر علاج کیا ہو اور وُہ مریض مُر گیا ہو "

" یاد رکھو، اگر میں مُر گیا تو میرے سپاہی تمہاری گردن قلم کر دیں گے۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے ؟"

"منظور ہے۔"

"تو پھر تیاری کرو۔"

عنبر نے کھوپڑی کھولنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اوزار نکا
کر گرم پانی میں ڈال دیے۔ کمانڈار کا سارا سر مونڈ ڈالا۔ پھر اُ
ایک دوائی پلا کر بے ہوش کر دیا۔ جب، وہ پوری طرح بے ہوش
ہوگیا تو عنبر نے رب عظیم کا نام لے کر تیز دھار والے چاقو
کمانڈار کی کھوپڑی کے ایک طرف پورس نشان لگایا اور گہرا شگاف
ڈال کر وہاں سے کھوپڑی میں سوراخ کر دیا۔ اس کے بعد اُ
نے باریک تار اندر ڈال کر مغز میں ایک طرف جمع شدہ غدود
ٹکڑے کو باہر نکال دیا۔ اب اُس نے جلدی سے کھوپڑی کا ٹکڑ
اُسی جگہ جما کر وہاں سونے کے تاروں سے ٹانکے لگا کر کھال اُ
کے اُوپر منڈھ دی۔ کھال کے زخم پر دوائی لگا کر اُس نے
باندھ کر سر کو بستر پر لٹا دیا اور سب کو ہدایت کر دی کہ ہو
آنے پر اُنہیں سر ہلانے کی اجازت نہ دی جائے۔

اس دوران میں عنبر کمانڈار کی بیوی کے پاس جا کر اُ
حوصلہ دینے لگا۔ اُس کی بیوی بڑی پریشان تھی۔ عنبر نے اُسے دلا
دیا اور کہا کہ اب اُس کے خاوند کو زندگی بھر سر میں درد نہ
ہوگا۔ تیسرے پہر کمانڈار کو ہوش آگیا۔ اُس نے آنکھیں کھول د
اور اپنی بیوی کو بُلا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ کمانڈار کے چہرے

تندرستی کے آثار تھے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر زخم ٹھیک ہو گیا اور کماندار بھلا چنگا ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ وُہ عنبر کے علاج سے اِس قدر خوش ہُوا کہ اُس نے عنبر کو اپنا بھائی بنا لیا اور کہا:

"تم جب اور جس وقت چاہو بلا روک ٹوک میرے محل میں آ سکتے ہو۔ تمہیں کوئی نہیں روک سکے گا"

عنبر یہی چاہتا تھا۔ اب اُس نے کماندار کے محل میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اُسے معلوم ہُوا کہ یہی وہ کماندار ہے جس کے ماتحت منجنیقیں چلانے والی فوج کا دستہ ہے۔ عنبر نے ایک مہینے کے اندر ہی کماندار پر اپنا اعتبار جما لیا۔ اپنی باتوں سے اُس نے ظاہر کیا کہ اُسے سوائے بیماروں کے علاج کے اور کسی شے سے دل چسپی نہیں ہے۔

"پھر بھی کبھی کبھی دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ وُہ شے اپنی آنکھوں سے دیکھوں جو دشمن کے قلعے اور فوج پر بھاری پتھر اور آگ پھینکتی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ تم ہماری بے مثال منجنیقیں دیکھنا چاہتے ہو عنبر!"

"اگر آپ کی مرضی ہو تو دکھا دیں۔ اگر آپ نہیں چاہتے تو بے شک نہ دکھائیں۔ مَیں ناراض نہ ہوں گا"

کماندار نے عنبر کی پیٹھ ٹھونک کر کہا:

"تم نے میری جان بچا کر اور مجھے درد سے نجات دِلا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم جو بھی خواہش کرو اُسے پُورا کرنا میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہُوں۔ کل اسی وقت میرے ساتھ چلنا۔ مَیں تمہیں مصری فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار منجنیق دکھاؤں گا۔"

"میں آپ کا بے حد شکر گزار ہُوں گا۔"

دوسرے روز عنبر بڑی تیاری کرکے کمانڈر کے محل میں پُہنچ گیا۔ وہ اسی دن کا انتظار کر رہا تھا۔ وُہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھا۔ یہ وُہ راز تھا جو اُسے سوائے کمانڈر کے اور کوئی بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ محل میں کمانڈر اُس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ وہ عنبر کو اپنے شاندار فوجی رتھ میں بٹھا کر اہرام مصر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اہرام کے عقب میں ایک بہت بڑے پہاڑ کو کھود کر اُس کے اندر ایک بے حد لمبا چوڑا کمرہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ کمرہ اُونچا اور وسیع تھا۔ یہاں فرعون کی فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار پڑا تھا جس سے ہینی بال ایسا بادشاہ بھی گھبراتا تھا۔ عنبر اس کشادہ ہال کمرے میں داخل ہُوا۔

کمانڈر نے ہاتھ کے اشارے سے کہا:

"دیکھو، یہ ہیں ہماری فوج کی طاقت ور منجنیقیں، جو بڑے سے بڑے دشمن کی فوج کو تہس نہس کر سکتی ہیں۔"

عنبر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اِس قدر لمبا چوڑا ہال کمرہ بے شمار منجنیقوں سے لدا ہُوا تھا۔ یہ گویا اُس زمانے کی توپ تھی اور دشمن کے لیے تباہی کا پیام لاتی تھی۔ عنبر ایک ایک توپ کو غور سے دیکھنے لگا :

" مجھے بڑی خوشی ہُوئی ہے کہ آپ ایسے بہادر جرنیلوں نے مصر کی فوج کو ایسے خطرناک ہتھیار سے لیس کر رکھا ہے۔ ربِ عظیم کی قسم دشمن ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا "

کماندار نے قہقہہ لگا کر کہا :

" ہم دشمن کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں "

" بے شک، بے شک !"

عنبر نے مصر آنے کا مقصد حاصل کر لیا تھا۔ اب وُہ اُس سلطنت سے انتقام لے سکتا تھا۔ جس کے بادشاہ نے اُس کے خاندان کو برباد کیا تھا۔ کماندار کے ساتھ عنبر اُس کے محل میں آ گیا۔ دوپہر کا کھانا اُس نے محل میں ہی کھایا۔ شام کو وُہ کماندار سے اجازت لے کر واپس کاروان سرائے میں آ گیا۔ اب وُہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ مگر وُہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس پر شک پڑے۔ اُس نے یہ مشہور کر دیا کہ وُہ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں بابل کے جنگلوں میں جانا چاہتا ہے۔ کسی کو بھلا عنبر کی اِس خواہش پر کیا شبہُ ہو سکتا تھا۔ وہ حکیم تھا اور اُسے

ہمیشہ جڑی بوٹیوں کی تلاش رہتی تھی؛ چناں چہ ایک روز اُس نے کمانڈر سے اجازت طلب کی۔ کمانڈر نے کہا:

"مجھے امید ہے، تم بہت جلد جڑی بوٹیاں تلاش کرکے واپس میمفس آ جاؤ گے۔"

"مَیں ایک ہفتے کے اندر اندر آپ کی خدمت میں ہُوں گا۔"

"تمہارا آنا اِس لیے بھی ضروری ہے کہ مَیں بادشاہ سے کہہ کر تمہیں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز کرانا چاہتا ہُوں۔"

"یہ آپ کی ذرّہ نوازی ہو گی جناب، وگرنہ میں کِس لائق ہُوں۔"

"نہیں نہیں عنبر، تم اپنے وقت کے ایک ماہر طبیب ہو۔ شاہی دربار کی کُرسی تمہارا حق ہے اور مَیں یہ حق تمہیں ضرور دلوا کر رہُوں گا۔"

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا۔ مَیں ہر خدمت کے لیے حاضر ہُوں۔"

"مَیں تمہاری واپسی کا بے تابی سے انتظار کروں گا۔"

"مَیں آپ کو زیادہ انتظار کی زحمت نہیں دُوں گا۔"

اسی رات پچھلے پہر عنبر مصر سے واپس روانہ ہوگیا۔ کمانڈر نے فوج کا ایک خاص دستہ عنبر کے ساتھ کر دیا۔ آتی دفعہ وُہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا۔ مگر جاتی دفعہ وُہ ایک شان دار فوجی رتھ میں سوار تھا جسے چھ تنومند عربی گھوڑے چلا رہے تھے۔ ان تیز

رفتار رتھوں کی وجہ سے اُنھوں نے تین روز کی مسافت صرف ڈیڑھ دن میں طے کر لی ۔

دوسرے دن شام کو وُہ مصر کی سرحد پر کھڑا تھا۔ اُس نے دواؤں کا جھولا اپنے کندھے پر ڈالا ۔ اپنے سفید گھوڑے پر سوار ہُوا اور سپاہیوں سے ہاتھ ہلا کر واپس ایلام کی طرف چل پڑا ۔ اُس کا دل خوشی سے اُچھل رہا تھا۔ وُہ جلدی سے جلدی ایلام پہنچ کر سردار اور سیبنی بال کو خود فرعونوں کی فوج اور منجنیقوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ جُوں جُوں افریقہ کی سرحد قریب آرہی تھی عنبر کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا تھا ۔

فرعون کی تباہی

•

رات کے پہلے پہر عنبر ایلام پہنچ گیا۔

سردار ابھی تک دربار میں تھا۔ شاید مصر پر حملے کے بارے میں کوئی خاص اجلاس ہو رہا تھا۔ عنبر نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا ہینی بال کے شاہی محل کی جانب روانہ ہو گیا۔ ہینی بال اپنے جرنیلوں اور سردار کے ساتھ اپنے خاص کمرے میں جنگ کے بارے میں خفیہ اجلاس کر رہا تھا۔ عنبر نے حبشی غلاموں کے ہاتھوں اندر پیغام پہنچایا تو ہینی بال نے اُسے فوراً اندر بُلا لیا۔ سردار نے دروازے پر اس کا خیر مقدم کیا۔

"عنبر، تم ٹھیک وقت پر آ گئے۔ جہاں پناہ کئی بار تمہارے بارے میں پُوچھ چکے ہیں۔"

عنبر نے ہینی بال کو جُھک کر سلام کیا۔ ہینی بال نے اُسے اپنے قریب بٹھایا اور کہا:

"اگرچہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا۔ مگر ہمیں امید ہے کہ تم مصر سے کامیاب لوٹے ہو گے۔"

عنبر نے بڑے ادب سے کہا:

"جہاں پناہ، یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ مَیں فرعونوں کے دیس میں جاؤں اور کامیاب واپس نہ لوٹوں۔"

"تو کیا تم ساری معلومات لے آئے ہو؟"

"کیوں نہیں جہاں پناہ۔"

عنبر نے چمڑے کا ایک نقشہ میز پر پھیلا دیا۔ یہ نقشہ اُس نے میمفس میں کاروان سرائے کے کمرے میں بیٹھ کر بنایا تھا۔ ہلینی بال، سردار اور جرنیل بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے لگے۔ عنبر نے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یہ پُرانے فرعونوں کے اہرام ہیں۔ اِن اہراموں کے عقب میں یہ ایک پہاڑی ہے۔ اِس پہاڑی کے اندر ایک لمبا چوڑا ہال کمرہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں منجنیقیں چھپا کر رکھی ہوئی ہیں۔"

ہلینی بال خوشی سے نقشے کو دیکھ کر بولا:

"کیا فرعون ہارکر کی ساری منجنیقیں اسی پہاڑی کے اندر جمع ہیں؟"

عنبر کہنے لگا:

"جہاں پناہ، مَیں اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ کر آرہا ہوں۔"

پھر اُس نے کمانڈر کا علاج کیا۔ اُس کی کھوپڑی کھول کر ہمیشہ کے لیے اُسے سردرد کی شکایت سے نجات دلائی۔ پھر اُس کا

اعتماد حاصل کیا اور ایک روز اُس کے ساتھ جا کر اس پہاڑی کے اندر موجود ساری منجنیقوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بیلینی بال عنبر کی ہوشیاری، فراست اور دلیری کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے کہا:

"اے شام کے طبیب، تم بلاشبہ اِس لائق ہو کہ تمہیں فوج کا بلند سے بلند عہدہ دیا جائے۔ یہ بتاؤ کہ فرعون کی فوج کے بارے میں تم نے کیا معلومات حاصل کیں؟"

عنبر نے بیلینی بال کو بتایا کہ فرعون مہارکہ نے تخت پر قبضہ کرنے کے بعد فوج کی تعداد کو تھوڑا سا بڑھا دیا ہے۔ اُس نے فوجیوں کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔ اِس وقت فرعون کے پاس پچاس ہزار پیدل فوج اور پچیس ہزار گھوڑ سوار فوج موجود ہے۔

"یہ فوج کس جگہ قیام رکھتی ہے؟"

"آدھی فوج شہر سے باہر ایک عمارت میں رہتی ہے اور باقی آدھی فوج شاہی محل کے باہر پتھر کی چھتوں والے مکانوں میں رہتی ہے۔"

"کیا اُن کے پاس ہاتھی بھی ہیں؟"

"ہاتھیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر ہاتھی میمفس میں منجنیقیں اِدھر سے اُدھر لے جانے کے کام آتے ہیں۔"

"اور ہمارے پاس پانچ سو ہاتھی ہیں جو فرعون کی فوج کو ایک ہی ریلے میں کچل کر رکھ دیں گے۔ لیکن ہمیں سب سے زیادہ خطرہ

منجنیقوں سے تھا۔ اِس لیے کہ اِس فن میں مصریوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے اس بارے میں ہمیں پُوری معلومات فراہم کر دیں۔ اب فرعون مہارکہ شکست سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ شکست اُس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔"

پھر ہینی بال نے اپنے جرنیلوں کو حُکم دیا کہ فرعون کے ملک پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جرنیلوں نے سر جُھکایا اور باہر نکل گئے۔ ہینی بال، سردار، اور عنبر آدھی رات تک بات چیت کرتے رہے۔ ہینی بال کا خیال تھا کہ جس وقت فوج فرعون کی سرزمین پر پہنچے تو بہادر سپاہیوں کا ایک خاص دستہ پہاڑی پر حملہ کر کے تمام کی تمام منجنیقوں کو آگ لگا دے۔ عنبر نے کہا:

"جہاں پناہ، میرا خیال ہے۔ ہماری فوج کو یہ کام چڑھائی سے ایک روز پہلے رات کو کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں عام حملہ کر دینا ہوگا۔"

"تمہارا خیال بھی صحیح ہے۔ پہاڑی پر حملہ ہم رات کے وقت خفیہ طریقے سے اچانک کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا دستہ ہاتھیوں کے اصطبل میں آگ لگا دے گا تاکہ ہاتھی بدک کر بھاگ جائیں اور اپنے ہی ملک میں تباہی پھیلا دیں۔"

"اور ٹھیک اسی افراتفری میں ہماری فوج کو دشمن پر عام

حملہ بول دینا ہوگا۔"

"ایسا ہی ہوگا۔"

آدھی رات کے بعد سردار اور عنبر واپس اپنی حویلی میں آئے تو وُہ بہت تھکے ہُوئے تھے۔ وہ لیٹتے ہی سو گئے۔ صبح اُٹھ کر وہ محل میں پُہنچ گئے۔ فوج میں تیاریاں بڑے زور شور سے ہو رہی تھیں۔ اسلحہ خانے میں دھڑادھڑ تیر کمان، نیزے، تلواریں اور دوسرا جنگی سامان تیار کیا جا رہا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ساری فوج کو حملے کے لیے تیار کر دیا گیا۔

اور پھر ایک روز ہینی بال کی ستر ہزار فوج نے فرعون کے شہر میمفس کی طرف کُوچ بول دیا۔ فوج نے دس ٹکڑیوں میں الگ الگ راستوں سے اپنا سفر شروع کیا۔ رتھوں پر سوار فوجیوں کا دستہ دریا کے ساتھ ساتھ روانہ ہُوا۔ ہاتھیوں کا دستہ پہاڑی راستے کو چھوڑ کر میدانی راستے سے چلا۔ گھوڑ سوار ہینی بال کے ساتھ تھے اور پیدل فوج ایک بہت بڑے جہاز میں سوار ہو کر دریائے نیل کے دہانے کی طرف روانہ ہوگئی۔ گیارہ روز کے سفر کے بعد یہ ساری کی ساری فوج مصر کی سرحد پر ایک جگہ اکٹھی ہوگئی۔ پیدل فوج جہاز میں سے اُتر کر دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتی گھوڑ سواروں، ہاتھی والوں اور رتھ سواروں سے آن ملی۔ منجنیقیں بھی ساری کی ساری صحیح سلامت پہنچ گئیں۔ یہ ساری جنگی کارروائی بڑی خاموشی اور رازداری

سے ہُوئی۔ پھر بھی خبر کرنے والے جاسوسوں نے فرعون مصر مہارکہ کو خبر کر دی کہ ہینی بال افریقہ سے بڑی فوج لے کر مصر کی سرحد پر پہنچ گیا ہے۔

فرعون نے جنگ کا اعلان کر دیا اور میمفس شہر کے تمام دروازے بند کر دیے۔ اُس نے پہاڑی پر پہرہ بٹھا دیا۔ ایک لاکھ پیدل اور گھوڑ سوار فوج کو لے کر شہر سے باہر نکل آیا اور ایک ریتلے میدان میں ٹیلوں کے درمیان پڑاؤ ڈال کر دشمن کا انتظار کرنے لگا۔ شہر کی فصیل کے اُوپر سپاہی تیر کمان لے کر چڑھ گئے تھے۔ وہاں کھولتے ہوئے تیل کے بڑے بڑے کڑاہے بھی رکھ دیے گئے تھے۔ یہ کھولتا ہُوا تیل دُشمن کے اُن سپاہیوں پر انڈیلا جاتا تھا جو فصیل کی دیوار پر سیڑھی لگا کر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

اب ہینی بال نے اپنی خاص چال چلی۔ اُس نے بیس ہزار فوج کو پیچھے رکھا۔ پندرہ ہزار فوجیوں کو آگ لگانے کا سامان دے کر پیچھے سے ہو کر پہاڑی کی طرف روانہ کر دیا اور خود تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سامنے کی طرف سے اُس میدان کی طرف بڑھنے لگا جہاں فرعون مہارکہ کی فوجوں نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرعون کی فوج کو سامنے کی طرف اُلجھائے رکھے۔ تاکہ عقب کی طرف جانے والی پندرہ ہزار فوج کے سپاہیوں کو پہاڑی پر حملہ کر کے منجنیقوں کو آگ لگانے کا موقع مل جائے۔ فرعون اُن منجنیقوں کو آخری وقت

یں نکالنا چاہتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُس کی ایک لاکھ فوج ہیبنی بال کے سپاہیوں کو کچل کر رکھ دے گی۔

جنگ شروع ہوگئی۔ سپاہی شیروں کی طرح لڑنے لگے۔ تیروں نیزوں کی بارش شروع ہوگئی۔ تلوار بجلی کی طرح چلنے لگی۔ دوسری طرف پندرہ ہزار سپاہیوں نے اہرام کے پہلو والی پہاڑی پر حملہ کر دیا۔ وہاں فرعون کی مختصر سی فوج تھی۔ ہیبنی بال کے سپاہیوں نے اُسے ہلاک کرکے پہاڑی کا دروازہ توڑ دیا اور اندر داخل ہو گئے۔ اندر اُنہیں بے شمار منجنیقیں نظر آئیں تو وُہ حیران رہ گئے۔ عنبر کی جاسوسی کام کر گئی تھی۔ سپاہیوں نے ساری منجنیقوں پر رال کا تیل پھینک کر آگ لگا دی۔ منجنیقیں لکڑی کی تھیں۔ رال نے بھڑک کر اُنہیں جلانا شروع کر دیا۔ سپاہی آگ لگا کر واپس چل پڑے۔

میدان جنگ میں لڑائی ہو رہی تھی کہ کسی نے فرعون کو آکر بتایا کہ دشمن نے پہاڑی پر حملہ کر کے ساری منجنیقوں کو آگ لگا دی ہے۔ یہ فرعون کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ وُہ بوکھلا گیا۔ مگر اُس نے ہمت نہ ہاری اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ وُہ اپنے ہاتھی سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے دوڑاتا ہُوا اہرام کے پہلو والی پہاڑی پر پہنچ گیا۔ پہاڑی کے دروازے سے آگ کے شعلے آتش فشاں پہاڑ کی طرح باہر نکل رہے تھے۔ پہاڑی کے اندر ساری کی ساری منجنیقیں جل کر راکھ ہو رہی تھیں۔ فرعون وہیں سے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا

واپس میدان جنگ میں آگیا۔ ہینی بال کو معلوم ہُوا کہ دشمن کا سارا اسلحہ جل کر راکھ ہوگیا ہے تو اُس نے ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ہینی بال کی ساری فوج کا حملہ تھا اور اس قدر شدید تھا کہ فرعون کی فوج کے قدم اُکھڑنا شروع ہوگئے۔ فرعون کے جرنیل اپنے سپاہیوں کی ہمّت بڑھانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ مگر ہینی بال کی تازہ دم فوج کا دباؤ شدید ہو رہا تھا۔ آخر فرعون کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اُس نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ ہینی بال اب خود میدان جنگ میں کُود پڑا اور دُشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگا۔ یہ عالم دیکھ کر فرعون کی فوج کا رہا سہا حوصلہ بھی جواب دے گیا۔ اُس نے شہر کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ فرعون اس سے پہلے بھاگ کر شہر میں داخل ہو چکا تھا۔

ہینی بال بھاگتی ہُوئی فوج پر نیزے اور تیر برسا رہا تھا۔ ہزاروں فوجی ہلاک کر دیے گئے۔ ہینی بال فصیل کے قریب پہنچ کر رُک گیا اُس نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور فصیل پر منجنیقوں سے پتھر پھینکنے شروع کر دیے۔ مگر یہ منجنیقیں ہلکی قسم کی تھیں۔

ہینی بال نے ہاتھیوں کو چھوڑ دیا تاکہ وُہ شہر کے دروازے کو توڑ ڈالیں۔ فصیل کے اوپر بیٹھے ہُوئے سپاہیوں نے ہاتھیوں پر کھولتا ہُوا گرم گرم تیل انڈیل دیا۔ ہاتھی جل کر مر گئے اور سینکڑوں فوجی بھی جل کر بھسم ہوگئے۔ ہینی بال نے حملہ روک دیا۔ فوج واپس

خیموں میں آرام کرنے لگی۔ لاشوں کو جلا دیا گیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ ہینی بال نے اپنے سپہ سالاروں کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ عنبر بھی اِس اجلاس میں شریک تھا۔ وُہ رات گئے تک اِس مسئلے پر غور کرتے رہے کہ شہر کی فصیل کو توڑ کر اندر کیسے داخل ہُوا جائے۔ پتھر پھینکنے والی لکڑی کی مشینیں کمزور تھیں۔ فصیل کے اُوپر فوجوں کی بہت بڑی تعداد تیر کمان، نیزے اور کھولتا ہُوا تیل لیے بیٹھی تھی۔ ایک جرنیل نے کہا کہ شہر کا محاصرہ کر لیا جائے۔ شہر کے اندر کی خوراک اور پانی ختم ہو جانے پر فرعون خود بخود ہتھیار ڈال دے گا۔ اِس پر عنبر نے کہا:

" مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ اِس بڑے شہر میں پانی اور خوراک اس قدر موجود ہے کہ فرعون کی فوج ایک سال تک زندہ رہ سکتی ہے۔"

ہینی بال نے گرج کر کہا:

" میں ایک سال تک انتظار نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے کل ہی ہو جانا چاہیے۔"

سپہ سالار نے کہا:

" پھر جیسا آپ کا حکم ہو ہم اسی پر عمل کریں گے۔ ہماری فوج آپ کے اشارے پر جان کی بازی لگا دے گی۔"

ہینی بال نے ہاتھ اُٹھا کر کہا:

"کل ہم فیصلہ کن حملہ کریں گے۔ ایک ہی ہلّے میں شہر کی فصیل کے دروازے کو توڑ کر شہر میں داخل ہو جائیں گے۔"

"ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ۔"

دوسرے دن ہینی بال کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح میمفس شہر کی فصیل پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں سیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شہر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے اُن پر تیر، نیزے اور کھولتا ہُوا تیل انڈیلنا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر اُن کی جگہ تازہ دم سپاہی آگئے۔ آخر ہینی بال کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ اُنہوں نے فصیل کے کئی مورچوں پر قبضہ کر کے فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔

اس فتح نے ہینی بال کی فوج میں زندگی کی ایک نئی رُوح پھونک دی۔ وہ پہاڑ بن کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرا گئے۔ ہاتھیوں نے اِس زور سے ٹکریں ماریں کہ شہر پناہ کے دروازے اُکھڑ کر گر پڑے۔ ہینی بال کی فوج فتح کے نعرے لگاتی شہر میں داخل ہوگئی۔ اُنہوں نے مصر کا دارالحکومت فتح کر لیا تھا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ ہینی بال کے سپاہیوں نے شہر میں لُوٹ مار اور قتلِ عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ حویلیوں کو لُوٹ کر نذرِ آتش کر دیا۔ ہینی بال اپنے خاص گھوڑ سوار دستے

کے ساتھ فرعون کے محل کی طرف بڑھنے لگا۔

فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ محل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا۔ مگر اب وُہ جنگ ہار چکا تھا۔ سپاہی اُس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے۔ ہیلینی بال نے لڑتے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا اور اُس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا۔

" فرعون قتل کر دیا گیا ہے "!

ہیلینی بال ایک فاتح بادشاہ کی حیثیت سے فرعون کے محل میں داخل ہوگیا۔ اُس نے فرعون کی ملکہ کو حراست میں لے لیا اور شاہزادیوں کو محل کی چار دیواری میں قید کر دیا۔ اِس کے بعد اُس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور ہیرے موتیوں والے انتہائی قیمتی تخت پر بیٹھ کر اعلان کیا :

" آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے۔ میمفس کے لوگ آزاد ہیں۔ قتل عام بند کر دیا جائے۔ کسی مکان کو لُوٹ کر آگ نہ لگائی جائے۔ لوگوں کو اجازت ہے کہ وُہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں۔ کسان کھیتوں میں کام کریں۔ اُنہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا۔ ان پر سے ناجائز ٹیکس ہٹا دیے جائیں گے۔ فرعون یہاں کا خدا بن بیٹھا تھا۔ مگر مَیں خدا نہیں ہُوں۔ مَیں آپ کا بادشاہ ہیلینی بال ہُوں۔ جس کا جھنڈا سارے

افریقہ میں لہراتا ہے "!

اِس اعلان کے ساتھ ہی شہر میں قتلِ عام اور لوٹ مار بند کر دی گئی۔ مگر اِس دوران میں ہینی بال کے وحشی سپاہیوں نے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور سینکڑوں مکانوں کو لُوٹ کر آگ لگا دی تھی۔ عنبر چلتے ہُوئے، لاشوں سے بھرے ہُوئے بازاروں میں سے گزرتا اُس کاروان سرائے تک گیا جہاں وُہ آ کر ٹھہرا تھا۔

سرائے کے مالک کا سارا سامان لُوٹا پڑا تھا اور اُس کی لاش ایک چبوترے پر خُون میں نہائی ہُوئی پڑی تھی۔ عنبر محل میں واپس آ گیا۔ وُہ کماندار اور اُس کی بیوی نے عنبر کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا۔ کماندار کے محل کو بھی سپاہیوں نے لُوٹ لیا تھا۔ کماندار کو ہلاک کر دیا گیا تھا اور اُس کی لاش ایک صندوق کے اُوپر پڑی تھی۔

اُسے معلوم ہُوا کہ کماندار کی بیوی کو بھی دوسری شہزادیوں اور کنیزوں کے ساتھ خاص محل کی چار دیواری میں قید کر دیا گیا ہے عنبر کو خوشی ہُوئی کہ وہ عورت ہلاک ہونے سے بچ گئی ہے۔ وُہ اُس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ممفیس میں اُس عورت نے عنبر کے ساتھ نیک سلوک کیا تھا۔ وُہ کماندار کی بیوی کے انسانی برتاؤ کا اُسے بدلہ دینا چاہتا تھا؛ چنانچہ وُہ زنانہ محل کی طرف

چل پڑا۔ وہ ہینی بال کا خاص آدمی تھا۔ اُسے محل کے پہریداروں نے بالکل نہ روکا۔ وُہ محل کے اندر داخل ہو کر کمانڈار کی بیوی کو تلاش کرنے لگا۔ آخر وُہ اُسے ایک درخت کے نیچے بال کھولے اُداس بیٹھی مل گئی۔ وُہ اُس کے قریب گیا تو کمانڈار کی بیوی نے اُس کی طرف حیرانی اور نفرت سے دیکھا۔

" تم ہینی بال کے جاسوس تھے۔ تم نے ہمارے ساتھ دُشمنی کی۔ مَیں تم سے نفرت کرتی ہُوں "

قاتلانہ حملہ

•

مصری کمانڈار کی بیوی عنبر کو جاسوس سمجھتی تھی۔

عنبر نے اُسے بہت سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنی رٹ لگاتی گئی اور یہی بار بار کہتی کہ عنبر نے زیمون کے ساتھ غداری کی ہے۔ آخر عنبر نے کہا:

"بیگم صاحبہ، مَیں آپ کے پاس اِس لیے نہیں آیا کہ آپ مجھے جاسوس ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ مَیں صرف اِس لیے آیا ہُوں کہ آپ نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تھا۔ میں اِس برتاؤ کا بدلہ چُکانا چاہتا ہُوں۔ مجھے بتائیے مَیں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہُوں؟"

بیگم نے نفرت سے مُنہ پھیر لیا۔

"مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے۔ مَیں ایک غیر مُلکی جاسوس اور اپنے دُشمن سے کوئی خدمت نہیں لینا چاہتی۔"

"یہ آپ کی بھُول ہے۔ میں دُشمن نہیں ہُوں۔"

بیگم نے غصّے میں آکر کہا:

"تم میرے دشمن ہی نہیں، میرے خاوند کے قاتل بھی ہو۔ اگر تم ہیلنی بال کے لیے جاسوسی نہ کرتے تو آج میرا سہاگ سلامت ہوتا۔

تم قاتل ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"
عنبر کو بھی غصہ آ گیا۔ اُس نے کہا:
"سنو بیگم صاحبہ، میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں فرعون مصر مہارکہ کا دشمن تھا۔ اس لیے کہ اس خاندان نے میری والدہ ملکہ کو زہر دے کر ہلاک کیا تھا۔ میں مصر کے شاہی خاندان کا فرد ہوں۔ میں فرعون عاطون کا بیٹا ہوں۔ ملکہ نفریتی میری ماں تھی۔ فرعون قہران نے میری ماں کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔ آج ایک ہزار برس بعد میں نے اس کے خاندان سے بدلہ لے لیا ہے۔"
عنبر کی باتوں کو بیگم حیرت سے منہ کھولے سُن رہی تھی۔
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"
"میں سچ کہہ رہا ہوں بیگم صاحبہ، میں ایک ہزار برس سے زندہ ہوں اور شاید ابھی کئی ہزار برس زندہ رہوں گا۔"
بیگم اُس کا مُنہ ہی تکتی رہ گئی اور وُہ محل سے باہر نکل آیا۔
ہینی بال نے فرعون کی حکومت کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کر لی اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ اُس نے عنبر کو وزیر دربار مقرر کر دیا۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز اور عزت تھی جو عنبر کو ملی۔ اس کی توقع سردار کو بھی نہیں تھی۔ اُوپر سے تو اُس نے عنبر کو مبارک باد دی، لیکن دل میں وُہ حسد سے جل گیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ہینی بال کا وُہ خود وزیر دربار بننا چاہتا تھا۔ اس کی بہت بڑی شکست ہوئی تھی۔

اُسے معلوم تھا کہ ہینی بال اب اپنے فیصلے کو بدل نہیں سکتا۔ ایک بار جو وُہ فیصلہ کر دے تو اُس پر ڈٹ جایا کرتا ہے۔

سردار نے بھی دل میں ایک فیصلہ کر لیا۔ اُس نے سوچا کہ وُہ اگر ساری زندگی بھی کوشش کرتا رہے تو اب وزیر دربار کبھی نہیں بن سکتا۔ اِس کی ایک ہی صُورت ہے کہ کسی طرح عنبر کو راستے سے صاف کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہ ہینی بال کا وزیر بن سکتا ہے۔ عنبر کو ہلاک کرنا اُس کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی۔ مصیبت صرف یہی تھی کہ عنبر کو ہینی بال بہت پسند کرنے لگا تھا۔ وُہ دربار میں اُس کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا۔ حکومت کے بارے میں ہر بات پر اُس سے مشورہ لیتا تھا۔ عنبر نے بھی اپنی خداداد لیاقت اور جرأت کی وجہ سے ہینی بال کے دل میں گھر کر لیا تھا۔ وہ شاہی محل میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتا تھا اور شاہی رتھ پر سواری کرتا تھا۔

سردار نے سوچا کہ کیوں نہ ہینی بال کے دل میں عنبر کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے تاکہ بادشاہ اپنے طور پر ہی عنبر کو عہدے سے ہٹا کر جلا وطن کر دے۔

سردار نے اپنے خطرناک منصوبے پر سوچنا شروع کر دیا۔ اُس نے کئی تدبیریں سوچیں۔ آخر ایک تدبیر اُسے پسند آ گئی۔ اس کے لیے سردار نے دربار کی سب سے خوبصورت اور بادشاہ ہینی بال کی منظور نظر کنیز ہائمہ کو اپنے محل میں بُلایا۔

ہائمہ مُلک نوبیہ کی رہنے والی تھی اور اُس کی پیدائش ملکہ نوبیہ کے محل میں ہُوئی تھی۔ وُہ دربار کی سازشوں اور جوڑ توڑ سے پُوری طرح واقف تھی۔ سردار نے اُسے بُلا بھیجا تو وہ سمجھ گئی کہ ضرور سردار اُس سے کوئی خاص اور خطرناک کام لینا چاہتا ہے۔ وُہ شام کے وقت، سردار کے محل میں سیاہ لبادہ اوڑھے داخل ہُوئی سردار اُسے لے کر محل کے اُوپر والے چوبارے میں لے گیا۔

ہائمہ نے لبادہ اُتار کر رکھتے ہُوئے کہا :

"سردار، آپ نے اِس کنیز کو کیسے یاد کیا ؟"

سردار نے کھڑکیوں کا پردہ گرا کر کہا :

" ہائمہ، تم بادشاہ ہی کی منظورِ نظر کنیز نہیں ہو بلکہ میں بھی تمہاری بہت عزت کرتا ہُوں۔ صرف اِس لیے کہ تم ایک عقلمند اور دلیر عورت ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ مَیں نے شروع شروع میں ہر مشکل میں تمہارا ساتھ دیا تھا۔ تم نے مجھ سے جس قسم کی مدد مانگی۔ مَیں نے وُہ تمہیں دی تھی۔ اب وقت آیا ہے کہ تم میرے لیے ایک کام کرو ؟"

ہائمہ نے کہا :

" کنیز کو حُکم دیجیے "

" کام بڑی راز داری کا ہے "

" مَیں ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہُوں میرے آقا۔ آپ

کے مجھ پر اتنے احسان ہیں کہ میں اگر ساری عمر بھی آپ کی خدمت کرتی رہوں تو وہ نہیں اُتر سکتے۔ آپ حکم کر کے تو دیکھیے "

سردار نے ہائمہ سے کہا کہ کوئی ایسی تدبیر کرے کہ عنبر وزیر دربار بادشاہ ہیلینی بال کی نظروں سے گر جائے بلکہ وہ اُسے مصر سے جلا وطن بھی کر دے۔ ہائمہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

" میرے آقا! بھلا یہ کام بھی کوئی مشکل کام ہے؟ میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔ بلکہ اگر آپ کہیں تو میں عنبر کا سر قلم کروا دوں "

" نہیں نہیں، ابھی اِس کی ضرورت نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اُسے جلا وطن کر دیا جائے "

" ایسا ہی ہو گا حضور "

اِس کے بعد ہائمہ چلی گئی اور اُس نے اپنی سازش پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ بادشاہ ہیلینی بال کو فرعون کے محل سے سُرخ موتیوں کا ایک بہت قیمتی ہار ملا تھا جو اُس نے اپنی چہیتی ملکہ کو تحفے کے طور پر دے دیا تھا۔ ہیلینی بال کو یہ ہار بہت پسند تھا اور وہ اُسے ہمیشہ ملکہ کے گلے میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔ ملکہ ہمیشہ اسے اپنے گلے میں پہنے رکھتی تھی۔ صرف رات کو سونے کے وقت وہ اُسے اُتار کر ایک صندوق میں بند کر دیتی تھی۔ ہائمہ ملکہ کی خاص کنیز تھی۔ وہی ملکہ کو غسل کرواتی اور اس کا لباس تبدیل کرواتی تھی۔ ملکہ کو

ہائمہ پر بہت اعتبار تھا۔ ہائمہ کے مکار ذہن نے عنبر کے خلاف ایک تدبیر سوچی اور اس کے مطابق ایک رات وُہ ملکہ کی خواب گاہ میں گئی۔ ملکہ سونے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ہائمہ نے ملکہ کے سیاہ بالوں میں کنگھی کی۔ چہرے پر اُبٹن ملا۔ اُس کا شاہی لباس سنبھال کر رکھا۔ اُسے رات کا لباس پہنایا۔ ملکہ نے گلے میں سے ہار اُتار کر کہا:

"ہائمہ اِسے سنبھال کر رکھ دو۔"

"جو حکم ملکہ عالم۔"

ہائمہ نے سُرخ موتیوں کا قیمتی ہار ملکہ کے ہاتھ سے لے کر اُس کے سامنے صندوق میں بند کر دیا۔ ملکہ مسہری پر لیٹ گئی۔ ہائمہ نے ساز پر ایک گیت چھیڑ دیا۔ اتنے میں بارہ دری میں نیلے آسمان پر چاند نکل آیا تھا ملکہ نے چاند کو دیکھا تو کہا:

"میری مسہری بارہ دری میں لگا دو ہائمہ۔ میں چاندنی رات میں سونا چاہتی ہوں۔"

"جو حکم ملکہ عالیہ۔"

اور ہائمہ نے کنیزوں کو بُلوا کر ملکہ کی مسہری باہر بارہ دری میں لگوادی۔ تھوڑی دیر وُہ ملکہ کے پاس بیٹھی اُسے میٹھے میٹھے گیت سناتی رہی۔ جب اُس نے دیکھا کہ ملکہ سو گئی ہے تو دبے پاؤں اُٹھ کر باہر آ گئی۔ اُس نے صندوق کے پاس کھڑے ہو کر ایک بار پھر

پلٹ کر اطمینان کیا کہ ملکہ سو رہی ہے۔ پھر وہ صندوق پر جھکی۔ پلک جھپکنے میں صندوق کھول کر سُرخ موتیوں کا ہار نکال کر جیب میں ڈالا اور صندوق بند کر کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

اُس کے خطرناک منصوبے کا پہلا حصّہ مکمل ہو گیا تھا۔

رات کے وقت وُہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھی عنبر کے محل میں پہنچی۔ وُہ پچھلے خفیہ دروازے سے اُس کی خواب گاہ میں داخل ہُوئی۔ عنبر ابھی تک دربار سے واپس نہیں آیا تھا۔ ہامرہ کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ اُس نے عنبر کی مسہری کی چادر اٹھائی اور اُس کے نیچے موتیوں کا ہار چھپا دیا۔ اِس کام سے فارغ ہو کر وُہ بڑی تیزی سے خواب گاہ سے باہر نکل آئی۔ خفیہ دروازے سے نکل کر وُہ گھوڑے پر سوار ہُوئی اور واپس ملکہ کے محل میں آ گئی۔ اُسے کسی نے آتے جاتے نہ دیکھا تھا۔ اُس کا سارا منصوبہ کامیاب ہو گیا تھا۔ اب صرف یہی ایک کسر باقی تھی کہ صبح اُٹھ کر ملکہ نے ہار تلاش کرنا تھا اور ہامرہ نے اُس سے یہ کہنا تھا کہ تمام درباریوں کے گھروں کی تلاشی لی جائے کیوں کہ تمام درباری اس ہار کو پسند کرتے تھے۔

وُہ بڑے آرام سے سو گئی۔ وُہ اپنے کام پر بہت خُوش تھی۔

صبح صبح ہی وُہ اُٹھ کر ملکہ کی خواب گاہ میں پہنچ گئی۔ ملکہ ابھی بھی سو کر اٹھی تھی اور غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے والی

تھی ۔ ہامَہ نے ملکہ کا لباس تبدیل کروادیا ۔ اُس کے بال بنائے ۔ اُس کا بناؤ سنگار کیا اور جب سُرخ ہار صندوق میں سے نکالنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو چیخ مار کر بولی :

" ملکہ عالیہ ہار چوری ہو گیا "

اب اُدھر کی بھی سُنیے ۔ آدھی رات کو دربار سے عنبر گھر واپس آیا تو بے حد تھکا ہُوا تھا ۔ وُہ غسل کرنے کے بعد اپنی مسہری کی طرف آیا تو اچانک اُسے مسہری کی چادر کچھ میلی میلی سی محسوس ہُوئی ۔ اُس نے حبشی غلام کو آواز دی ۔

" زمُرّد ! "

حبشی غلام حاضر ہُوا تو اُس نے کہا :

" مسہری کی چادر بدل دو "

غلام نے ادب سے سر جُھکایا اور مسہری پر سے چادر اُلٹ دی ۔ چادر کا اُٹھنا تھا کہ نیچے سُرخ موتیوں کا ہار شمع دان کی روشنی میں چمکنے لگا ۔ عنبر حیرت زدہ ہو کر رہ گیا ۔

" یہ ہار یہاں کیسے آ گیا ؟ "

حبشی غلام بھی پریشان سا ہو گیا ۔ عنبر کو یُوں محسوس ہُوا جیسے اُس کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے ۔ اُس نے فوراً سُرخ موتیوں کا ہار پلنگ پر سے اُٹھا کر جیب میں رکھا ۔ باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہُوا اور اُسے سرپٹ دوڑاتا بادشاہ ہینی بال

کے محل میں پہنچ گیا۔ بادشاہ دربار سے واپس آکر سونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ غلام نے جھک کر عرض کی کہ وزیر دربار شرفِ ملاقات کے خواہش مند ہیں۔ بادشاہ نے کہا:

"لیکن ابھی ابھی تو وُہ مجھ سے مِل کر گئے ہیں"

"عالم پناہ، وُہ کوئی ضروری بات گوش گزار کرنا چاہتے ہیں"

"ٹھیک ہے، انہیں اندر بلاؤ"

عنبر نے بادشاہ کی شاہی خواب گاہ میں داخل ہو کر جھک کر سلام کیا اور موتیوں کا سُرخ ہار بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

"یہ — یہ تو ہماری ملکہ کا ہار ہے عنبر، یہ تمہارے پاس کیسے آگیا؟"

عنبر نے سارا واقعہ سُنا دیا۔ بادشاہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔۔ عنبر نے کہا:

"حضور، مجھے تو اپنے خلاف یہ کوئی سازش معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے مَیں ہار لے کر سیدھا آپ کے حضور آگیا ہُوں"

"اگر ایسی بات ہُوئی تو مَیں سازشیوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ لوگ میرے انتقام کی آگ سے نہ بچ سکیں گے۔ تم جا کر آرام کرو۔ صبح دیکھا جائے گا"

اُس وقت دن کی روشنی پھیلنے ہی والی تھی۔ بادشاہ نے ہار ہاتھ میں پکڑا اور سیدھا ملکہ کے کمرے میں آگیا۔ ملکہ اپنی کنیز نائمہ

کے ساتھ پریشان بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے پوچھا :
"ملکہ! کیا آپ کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے ؟"
"آپ کو کیسے پتہ چلا ؟"
"اِس لیے کہ وُہ ہمارے پاس محفوظ ہے"
بادشاہ نے جب سُرخ موتیوں کا قیمتی ہار نکال کر ملکہ کے سامنے رکھا تو ملکہ سے بڑھ کر حیرانی کنیز ہائمہ کو ہُوئی۔ وُہ بُت کی بُت بن کر رہ گئی کہ عنبر کی مسہری کے نیچے سے یہ ہار اتنی جلدی یہاں کیسے آگیا۔ بادشاہ نے صاف صاف بتا دیا کہ کسی نے شرارت کرکے تمہاری خواب گاہ سے ہار چُرایا اور وزیر دربار کے گھر چُھپا دیا تھا۔ وزیر دربار کو اچانک ہار کا علم ہوگیا اور وُہ اُسی وقت ہار لے کر ہماری خدمت میں حاضر ہوگیا۔

ہائمہ کی سازش پر پانی پھر گیا تھا۔

سردار کو سخت مایُوسی ہُوئی۔ اب اُس نے عنبر کو قتل کروانے کا فیصلہ کر لیا۔ اِس کام کے لیے اُس نے ایک حبشی غلام کی خدمات حاصل کیں۔ اُسے سونے چاندی اور زر و جواہر کا لالچ دے کر کہا کہ وُہ راتوں رات وزیر دربار عنبر کو قتل کر دے۔ حبشی غلام عنبر کے محل کا پہریدار تھا۔ عنبر کے قتل کا وقت مقرر کر دیا گیا۔

ایک رات عنبر دربار سے لَوٹ کر محل میں واپس آیا تو اُسے پیاس محسوس ہُوئی۔ اُس نے غلام کو بُلا کر انگوروں کا تازہ رَس

نکلوایا اور ایک گلاس پی کر مسہری پر لیٹ گیا۔ وہ دیر تک پہلو بدلتا رہا۔ پھر اُسے نیند آ گئی۔ اُدھر پہریدار حبشی غلام اسی وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ وُہ اپنا چہرہ سیاہ لبادے میں لپیٹ کر کمر کے ساتھ انتہائی تیز خنجر لگائے محل کی عقبی سیڑھیوں میں سے ہوتا ہُوا چوبارے کی چھت پر آ گیا۔

رات کی خاموشی ہر طرف چھائی ہُوئی تھی۔ حبشی نے چوبارے کی چھت پر سے عنبر کی چھت پر چھلانگ لگا دی۔ اُس کی دھمک عنبر نے بالکل محسوس نہ کی کیونکہ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ حبشی دبے پاؤں نیچے دالان میں اُتر آیا۔ اب وُہ خواب گاہ میں داخل ہونے کا موقع تلاش کر رہا تھا جو جلد ہی اُسے مل گیا۔ اتفاق سے وہاں اُس وقت کوئی غلام پہرے پر موجود نہ تھا۔ حبشی نے پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر جھانک کر دیکھا۔ وزیرِ دربار عنبر اپنی مسہری پر بے سُدھ ہو کر گہری نیند سو رہا تھا۔ حبشی چُپکے سے خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ وُہ دیوار کے ساتھ ساتھ بلّی کی طرح سَرکتا ہُوا عنبر کے سرہانے کی جانب آ گیا۔

وُہ بڑی گہری نگاہوں سے سانس روک کے عنبر کو غور سے تکنے لگا۔ جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ عنبر نیند میں بالکل مدہوش ہے تو اُس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر لمبا اور تیز دھار والا خنجر نکالا۔ اُسے فضا میں بلند کیا اور ایک ہی جھٹکے سے عنبر کے سینے میں پیوست کر دیا۔

عنبر کی اچانک آنکھ کھُل گئی۔ مگر قاتل پے درپے دو تین وار سینے پر کرکے بھاگ چُکا تھا۔ عنبر خاموشی سے لیٹا رہا۔ اِس لیے کہ خنجر اُس کی جان نہیں لے سکتا تھا۔ وُہ تو ہمیشہ کے لیے لافانی ہو چُکا تھا؛ چنانچہ وُہی ہُوا۔ خنجر لگنے سے عنبر کے سینے سے خُون کی ایک بُوند بھی نہ نکلی۔ سینے پر خنجر سے زخم ہُوا جو اپنے آپ مِل گیا۔

عنبر پھر گہری نیند سوگیا۔ حبشی غلام سیدھا سردار کے ہاں پُہنچا اور اُس نے جاکر بتایا کہ اُس نے خنجر کے تین وار عنبر کے سینے پر کرکے اُسے مَوت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔ سردار نے اُسے موتیوں کا ایک ہار اور سونے کے کچھ سکّے انعام کے طور پر دیے اور خاموش رہنے کی ہدایت کرکے اُسے واپس بھیج دیا حبشی غلام نے واپس اپنے گھر آکر کمر میں سے خنجر نکال کر اسے دھوکر صاف کرنا چاہا تو وُہ یہ دیکھ کر تعجب میں آگیا کہ خنجر پر خون کا معمولی سا نشان بھی نہیں تھا۔ اُس نے سوچا شاید خُون اُس کے کپڑوں کے ساتھ رگڑ کر مِٹ گیا ہے۔ اُس نے اپنے کپڑے دیکھے۔ وہاں بھی خون کا کوئی دھبّہ تک نہ تھا۔ وُہ کچھ نہ سمجھ سکا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ بہرحال اُس نے پانی سے خنجر کو صاف کیا اور سوگیا۔

صُبح دن نکلا تو سردار سب سے پہلے دربار میں آگیا۔ وُہ

دیکھنا چاہتا تھا کہ جب دربار میں عنبر کے قتل کی خبر پہنچتی ہے تو بادشاہ پر اُس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ وہ دربار میں آکر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ درباری محل میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ حبشی قاتل باہر دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ اچانک اُس نے دیکھا کہ وزیرِ دربار عنبر شاہی رتھ میں سے اُتر کر محل کی سیڑھیوں کی طرف آ رہا ہے۔ حبشی نے کل رات اُسے خود قتل کیا تھا۔ اُس کے سینے پر خنجر کے تین بھرپور ہاتھ مارے تھے۔ اگر وُہ مرا نہیں تھا تو کم از کم زخمی ہی ہُوا ہوتا۔ مگر وُہ روز کی طرح چاق و چوبند چلا آ رہا تھا۔ جب وُہ حبشی کے قریب سے گزرا تو حبشی کو غش آ گیا۔

سردار بڑا خوش تھا کہ اُس کے راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ عنبر دُور ہو گئی ہے اور اب وہ بہت جلد ہینی بال کا وزیرِ دربار چُن لیا جائے گا۔ لیکن ایکا ایکی عنبر کو شاہی لباس میں اپنے سامنے دیکھ کر اُس پر سکتے کا سا عالم طاری ہو گیا۔ اُسے حبشی نے یقین دلایا تھا کہ عنبر مَر چُکا ہے اور اُس نے خود اُسے تین وار کر کے ہلاک کیا ہے۔ وُہ یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ عنبر نے آگے بڑھ کر سردار سے ہاتھ ملایا۔

"صبح بخیر سردار!"

سردار نے ظاہری طور پر خندہ پیشانی سے اُس کے سلام کا

جواب دیا اور وہیں سے پلٹ کر باہر آ گیا۔ اسے پتہ چلا کہ حبشی پہریدار ابھی ابھی کھڑے کھڑے دھم سے زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا تھا اور اب اپنے گھر میں ہے۔

اِسے آگ میں ڈال دو

•

دربار میں عنبر سے سردار نے زیادہ بات چیت نہ کی۔

چونکہ اس کے دل میں چور تھا۔ اس لیے وُہ عنبر سے آنکھ ملاتے ہُوئے گھبراتا تھا۔ عنبر کو بھی خوب معلوم ہوگیا تھا کہ اُس کے قتل کی سازش میں سردار کا ہاتھ ہے۔ کیوں کہ وُہ اُس کے اُونچے رُتبے سے حسد کرتا ہے اور اُسے قتل کرکے خود وزیر دربار بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ سردار دربار سے نکل کر خفیہ طور پر سیدھا حبشی غلام کے گھر گیا۔ وُہ اب پُوری طرح ہوش میں تھا اور زمین پر بیٹھا ریت پر لکیریں ڈال رہا تھا۔ اُس نے حبشی سے پُوچھا:

"تم نے عنبر کو قتل نہیں کیا تھا زمرّد؟"

حبشی غلام نے جُھک کر ادب سے کہا:

"سردار، میں ربّ زیوس کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ مَیں نے خود اِس ہاتھ سے عنبر کے سینے میں خنجر کے تین بھرپُور وار کیے تھے۔ اگر میرے وار کسی ہاتھی کے سینے پر پڑتے تو ایک بار وُہ بھی لڑکھڑا کر گر پڑتا۔ مگر عنبر پر کوئی اثر ہی نہیں ہُوا۔"

"آخر ایسا کیوں ہُوا ؟"

"یہی تو مَیں نہیں سمجھ سکا۔ آخر وہ گوشت پوست کا آدمی ہے۔ سب سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اُس کے جسم سے نہ کوئی خُون نکلا اور نہ کوئی زخم ہی ہُوا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اِس بارے میں ؟"

"حضورؐ، میرا تو خیال ہے کہ یہ شخص ضرور کوئی جِن بھوت ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

اتنا کہہ کر سردار واپس اپنی حویلی میں آگیا۔ وُہ بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ عنبر نے ٹھیک کہا تھا کہ وُہ ایک ہزار برس سے زندہ چلا آرہا ہے۔ اگر وُہ ایک ہزار برس سے زندہ نہ ہوتا تو آج مرچکا ہوتا۔ مگر وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے۔ موت اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دُور بھاگ گئی ہے۔ وُہ کبھی نہیں مَر سکتا۔ اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔ مَیں نے غلطی کی جو اُس پر قاتلانہ حملہ کروایا۔ کاش اِس حقیقت پر مجھے پہلے اعتبار آگیا ہوتا۔ کیا عنبر کو شک ہوگیا ہو کہ قاتلانہ حملے کے پیچھے میرا ہاتھ ہے؟ سردار نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وُہ عنبر سے اُس کی ہمیشہ کی زندگی کا راز معلوم کرکے رہے گا تاکہ وُہ بھی ہمیشگی کی زندگی پالے اور کبھی نہ مَر سکے۔

رات کو عنبر سے مِلنے کے بعد سردار نے پُوچھا :

"عنبر! کیا یہ سچ ہے کہ تم واقعی ہمیشہ کے لیے غیرفانی بنا دیے گئے ہو؟"

عنبر نے گہری نظر سے سردار کو دیکھا اور کہا:

"کیا تمہیں اب بھی شک ہے سردار؟"

سردار نے شرمندہ سا ہو کر کہا:

"نہیں عنبر! مجھے اب کوئی شک نہیں رہا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ تم واقعی ایک ہزار برس سے زندہ چلے آ رہے ہو لیکن اگر تم مجھے بھی اپنی ہمیشہ کی زندگی کے راز میں شریک کر لو تو میں تمہارا یہ احسان قیامت تک نہیں بھولوں گا۔"

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے سردار۔ میں اپنی مرضی سے ہمیشہ کے لیے غیرفانی نہیں ہوا۔ مجھے ایک دُعا یا بددُعا نے ایسا کر دیا ہے۔"

"کیا تم وہ دُعا یا بددُعا مجھے نہیں دے سکتے؟"

"میں اگر کوشش بھی کروں تو ایسا نہیں کر سکتا۔"

"تم مجھ سے چھپا رہے ہو عنبر۔ تمہیں وہ راز ضرور معلوم ہے جس سے انسان ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں مرتا۔"

"میں ربِ عظیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں سردار کہ مجھے وہ راز ہرگز ہرگز نہیں معلوم۔"

"اچھا تو پھر میں تم پر اعتبار کرتا ہوں۔"

سردار اُس وقت تو خاموش ہوگیا۔ مگر اُس نے یہ بات دل پر نقش کر لی کہ عنبر نے اُسے جان بُوجھ کر ہمیشہ زندہ رہنے کا راز نہیں بتایا۔ وُہ اب ایک دوسری ترکیب سے عنبر کو راستے سے ہٹانے کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُس نے سوچا کیوں نہ وُہ عنبر کے راز کے بارے میں ہینی بال سے بات کرے۔ ظاہر ہے بادشاہ ضرور چاہے گا کہ ہمیشہ زندہ رہ کر حکومت کرتا رہے۔ وُہ عنبر کو بُلا کر اُس سے کبھی نہ مرنے کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ عنبر نے اگر انکار کیا تو وُہ ضرور اُسے کسی نہ کسی طریقے سے مروا دے گا۔

اِس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے وُہ ایک روز ہینی بال کے حجلہ خاص میں پُہنچ گیا۔ اس وقت ہینی بال نوبیہ پر چڑھائی کرنے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ سردار نے اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد ہینی بال سے کہا:

"عالی جاہ، اگر آپ اتنے ملک فتح کرنے کے بعد بھی اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تو اِس کا کیا فائدہ؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ہینی بال نے بھویں چڑھاتے ہُوئے کہا۔

"میرا مطلب یہ ہے حضور، کہ انسان چاہے ساری دنیا کو فتح کرے۔ پھر بھی اُسے ایک نہ ایک روز مر جانا ہے اور اِس دُنیا

کو خالی ہاتھ چھوڑ کر چلے جانا ہے "

" یہ تو ہر انسان کی تقدیر میں لکھا ہے "

" لیکن خالی جاہ، اگر آپ چاہیں تو ہمیشہ کے لیے رہ سکتے ہیں۔ تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہیں "

" وہ کیسے ؟ "

" وُہ ایسے کہ اِس کا ایک راز ہے۔ اگر آپ اُس راز کو جان لیں تو آپ پر بھی موت حرام ہو سکتی ہے۔ پھر آپ قیامت تک اِس مُلک پر حکومت کر سکتے ہیں "

" وہ راز کیا ہے سردار ؟ "

" وہ راز ہمارے دربار کے صرف ایک درباری کو معلوم ہے۔ مگر وُہ اِس راز کو کسی قیمت پر بتانے کو تیار نہیں "

ہینی بال نے سردار کے قریب آکر پُوچھا :

" وُہ درباری کون ہے جو ہمارے دربار میں بیٹھا ہمیشہ زندہ رہنے کا راز دل میں چھپائے ہُوئے ہے "

" اُس کا نام عنبر وزیر دربار ہے خالی جاہ "

" کیا مطلب ؟ "

" مطلب یہ سرکار عالی، کہ عنبر وزیر دربار ہمیشہ کے لیے غیر فانی ہوگیا ہے۔ اُس کو قیامت تک زندہ رہنے کا راز معلوم ہو گیا ہے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ وُہ ایک ہزار برس سے زندہ

ہے ۔ وُہ اصل میں فرعون مصر کی اولادوں سے ہے "
"یہ تم کیا فضول باتیں کر رہے ہو ؟"
"یہ فضول باتیں نہیں ہیں سرکار، مَیں سچ کہہ رہا ہُوں عنبر ایک ہزار برس سے تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے ۔ وُہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے ۔ اُسے موت نہیں چھُو سکتی ۔ اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں آتا تو اُسے قتل کروا کر دیکھ لیں ۔ وہ پھر سے زندہ ہو جائے گا "
ہینی بال نے اِس قسم کی باتیں پہلے کبھی نہیں سُنی تھیں ۔ وُہ تعجب سے سردار کو دیکھنے لگا ۔ پھر بولا :
"اگر یہ سچ نہ ہُوا تو تمہاری سزا کیا ہوگی ؟"
"مجھے بے شک چمڑے کے بورے میں بند کر کے دریائے نیل میں پھینکوا دیں "
"کیا تمہیں منظور ہے ؟"
"منظور ہے عالی جاہ "
"ٹھیک ہے ، ہم ابھی اس کا فیصلہ کیے دیتے ہیں "
بادشاہ نے فوراً وزیر دربار عنبر کو طلب کر لیا ۔ عنبر نے محل میں لوگوں کا ہجوم اور سردار کے مکار چہرے کو دیکھا تو ایک بار تو وُہ بے چارا گھبرا گیا ۔ وُہ سمجھ گیا کہ اِس دفعہ سردار نے ضرور کوئی نئی اور خطرناک چال چلی ہوگی ۔ ہینی بال نے وزیر دربار کو اپنے تخت

کے سامنے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ عنبر تخت کے سامنے درباریوں کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ ہینی بال نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کر کے کہا :

" اے وزیرِ دربار، کیا یہ سچ ہے کہ تم ایک ہزار برس سے زندہ چلے آ رہے ہو ! دوسرے یہ کہ تم فرعون مصر کی اولاد میں سے ہو اور تم پر موت حرام ہے، تم مر نہیں سکتے ؟ "

عنبر کے لیے اب جھوٹ بولنے کا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اُس کے لیے یہی بہتر تھا کہ وہ سچ سچ بادشاہ کے سامنے بیان کر دے، اُس نے کہا :

" آپ نے میرے بارے میں بالکل درست سُنا ہے۔ آپ کا یہ غلام ایک ہزار برس سے زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا اور میں فرعون مصر کی اولاد میں سے ہوں "

ہینی بال ایک پل کے لیے چُپ رہا۔ سارے دربار میں بھی سناٹا طاری ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا :

" اِس سلسلے میں کیا تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟ "

عنبر نے کہا :

" جہاں پناہ، میرے پاس اِس کے سوا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ایک روز آپ سب لوگ موت کا ذائقہ چکھ کر ہمیشہ کی نیند سو جائیں گے اور میں زندہ رہوں گا "

ہینی بال نے کہا :
"اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ تمہیں کبھی موت نہیں آ سکتی "
"کبھی نہیں عالی جاہ "
"اور اگر ہم تمہیں مار کر دکھا دیں تو ؟"
بادشاہ کی زبان سے یہ بات نکلنے کے بعد سارے دربار پر سناٹا چھا گیا۔ سردار دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہا تھا۔ وُہ یہی چاہتا تھا۔ عنبر نے مُسکرا کر کہا :
"اگر مجھے مَرنا ہوتا حضور، اگر موت میری قسمت میں لکھی ہوتی تو میں ایک ہزار سال سے زندہ نہ چلا آ رہا ہوتا "
ہینی بال نے غصّے میں آ کر کہا :
"لیکن اگر ہم تمہیں مار دیں تو پھر تم کیا کہو گے ؟"
"حضور، پھر تو میں کچھ کہنے کے قابل رہوں گا ہی نہیں۔ لیکن شرط یہی ہے کہ آپ مجھے مروا سکے تو ــــ مگر میرا خیال ہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکیں گے "
ہینی بال تخت پر سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ یہ اُس کی توہین تھی۔ اُس نے غضب ناک ہو کر کہا :
"وزیرِ دربار، تم نے یہ بات کہہ کر سارے دربار میں ہماری طاقت کا مذاق اڑانے کی کوشش کی ہے "
عنبر نے جُھک کر کہا :

"ہرگز نہیں حضورِ انور، ہرگز نہیں، مَیں نے صرف یہ عرض کی ہے کہ موت مجھ بدقسمت کی تقدیر میں نہیں ہے۔"

"ہم تمہاری تقدیر بدل کر رکھ دیں گے۔ ہم تمہیں موت کی آغوش میں سُلا کر تمہارے دعوے کو غلط ثابت کر دیں گے۔"

اِس کے ساتھ ہی اُس نے جلّاد کو دربار میں طلب کر لیا سردار کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اُسے پُورا یقین تھا کہ اب عنبر تلوار کے وار سے نہیں بچ سکے گا۔ سارے درباری دم بخود ہو گئے۔ انہیں عنبر کی عقل پر افسوس ہونے لگا کہ خواہ مخواہ ضد کر کے اپنے آپ کو ہلاک کروا رہا ہے۔ بادشاہ نے آخری بار کہا:

"کیا اب بھی تم کہتے ہو کہ تم مَر نہیں سکتے؟"

عنبر نے بڑے ادب سے جُھک کر کہا:

"میں آپ سے ایک بہت بڑی حقیقت بیان کر رہا ہُوں حضورِ انور، جب تک مجھ پر مقدس آواز کی دُعا کا اثر ہے، میں کبھی نہیں مَر سکتا۔"

"ہم تمہاری مقدس آواز کو تسلیم نہیں کرتے۔"

"تو پھر مَیں حاضر ہُوں عالی جاہ۔"

ہینی بال نے جلّاد کو اشارہ کیا۔ جلّاد نے آگے بڑھ کر تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ پُوری طاقت سے عنبر کی گردن پر مارا۔ درباریوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اُنہیں یقین تھا کہ جب وہ آنکھیں

کھولیں گے تو وزیر دربار کا سر دھڑ سے جُدا ہوکر فرش پر گرا ہوگا اور دھڑ الگ تڑپ رہا ہوگا۔ لیکن جب اُنہوں نے آنکھیں کھولیں تو عنبر ویسے ہی کھڑا تھا اور اُس کا سر گردن پر ہی ٹکا ہُوا تھا سردار خاموش تھا۔ ہینی بال کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے ایک بار پھر جلاّد کو اشارہ کیا۔

جلاّد نے ایک بار پھر تلوار کا وار عنبر کی گردن پر کیا۔ تلوار پوُرے زور کے ساتھ عنبر کی گردن پر لگی اور دوسری طرف سے نکل گئی۔ لیکن ہُوا یہ کہ گردن جہاں جہاں سے کٹتی۔ وہاں وہاں سے دوبارہ جڑ جاتی۔ نہ زخم ہوتا، نہ خون نکلتا۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔ اُس نے کہا :

"اس کے اُوپر سے ہاتھی گزارا جائے۔"

سارے دربار پر سناٹا چھا گیا۔

اُسی وقت ہاتھی لایا گیا۔ عنبر کو فرش پر لِٹا کر اُس کے اُوپر لکڑی کا ایک تختہ رکھ دیا گیا۔ مہاوت نے بادشاہ کا اشارا پاکر ہاتھی کو آگے بڑھایا۔ ہزاروں من وزن کا ہاتھی اُس تختے کے اُوپر چڑھ کر کھڑا ہوگیا۔ جس کے نیچے وزیر دربار عنبر لیٹا ہُوا تھا۔ جتنی دیر ہاتھی عنبر کے اُوپر کھڑا رہا، عنبر اُس کے نیچے بڑے اطمینان سے لیٹا بادشاہ سے باتیں کرتا رہا اور بار بار مُسکرا کر کہتا رہا :

"ظلِ ہُما، آپ کو کب یقین آئے گا کہ مَیں مَر نہیں سکتا؟"
بادشاہ نے تنگ آ کر حکم دیا:
"وزیرِ دربار کو کھولتے ہُوئے تیل کے کڑاہے میں ڈال دیا جائے۔"
اِس حکم پر سارے درباری خاموش ہو گئے۔ اُنہیں یقین تھا کہ کھولتے ہُوئے تیل میں گرائے جانے کے بعد عنبر کی مَوت یقینی ہو گی۔ اُسی وقت دربار میں حبشی غلام ایک کڑاؤ کو لے آئے۔ اُس میں زیتون کا تیل کھول رہا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ عنبر کو اس کڑاؤ میں ڈال دیا جائے۔ دو حبشیوں نے عنبر کو پکڑنے کی کوشش کی تو اُس نے کہا:
"اِس کی کیا ضرورت ہے عالم پناہ، مَیں خود جلتے ہُوئے تیل میں اُتر جاتا ہُوں۔"
اِتنا کہہ کر عنبر نے جُوتے اُتار کر الگ رکھے اور بڑے سکُون سے کھولتے ہُوئے تیل کے کڑاؤ میں اُتر گیا۔ جس طرح بچے پانی سے بھرے ہُوئے تالاب میں اُتر جاتے ہیں۔ عنبر کے کھولتے ہُوئے کڑاؤ میں اترنے سے نہ تو جلنے کی آواز آئی اور نہ ہی عنبر کا جسم جل کر سیاہ ہُوا۔ کھولتا ہُوا تیل یُوں اُس کے جسم سے چھُو رہا تھا جیسے وُہ چشمے کا ٹھنڈا پانی ہو۔ عنبر کھولتے ہُوئے گرم گرم تیل کو دونوں چلوؤں میں بھر بھر کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

جیسے وہ چشمے کے ٹھنڈے پانی میں نہا رہا ہو۔

سارا دربار اِس کرامت پر دنگ رہ گیا۔ بادشاہ ہیلنی بال تخت سے نیچے اُتر کر عنبر کے پاس آگیا۔ اُس نے ایک چڑیا کو پنجرے میں سے نکال کر کڑاؤ کے اُبلتے ہُوئے تیل میں ڈال دیا۔ شُوں کی آواز کے ساتھ ہی چڑیا ایک سیکنڈ کے اندر اندر بھُن کر پکوڑا بن گئی۔ مگر وُہی اُبلتا ہُوا گرم تیل عنبر کو کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔

بادشاہ نے ہار مان لی۔ اُس نے اشارہ کرکے عنبر کو کھولتے ہُوئے تیل سے باہر آجانے کو کہا۔ عنبر چلّو بھر تیل ہاتھ میں لے کر باہر آگیا اور ایک ہی جھٹکے میں اُس نے یہ تیل سردار کے ہاتھ پر پھینک دیا۔ سردار کی چیخ نکل گئی اور اُس کے ہاتھ پر بڑے بڑے آبلے پڑگئے۔ عنبر نے کہا

"میرا خیال ہے سردار اب تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ میں مَر نہیں سکتا اور اب تم مجھے قتل کروانے کی کوشش نہیں کروگے"

ہینی بال نے پُوچھا کہ یہ کیا شرارت ہے؟ عنبر نے الف سے لے کر یے تک بادشاہ کو ساری کہانی سُنا دی کہ کس طرح سردار نے ہارچوری کروا کر میری مسہری کے نیچے رکھا تاکہ مجھ پر چوری کا الزام لگا کر آپ کی نگاہوں میں مجھے ذلیل کرے اور پھر اس میں ناکام ہو کر کس طرح اُس نے اپنے حبشی کی مدد سے

مجھ پر خنجر سے حملہ کروایا۔ مگر میں زندہ رہا۔ ہیلینی بال سردار کے کرتوت سُن کر غصّے میں آ گیا۔ اُس نے اُسی وقت سردار کو گرفتار کر کے تہہ خانے میں ڈال دینے کا حکم صادر کر دیا اور عنبر سے کہا:

"محترم درویش نوجوان، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ساری زندگی میرے ملک میں رہو اور میری تاریخ مرتب کرو؟"

"جو حکم عالی جاہ، بندہ ہر خدمت کے لیے تیار ہے۔"

انسانی قربانی

بادشاہ ہیلینی بال کے دربار میں عنبر کو نمایاں مقام حاصل ہوگیا۔ وہ وزیرِ دربار تو تھا ہی، لیکن اب بادشاہ نے اُس کی خاص قابلیت اور خداداد لیاقت سے متاثر ہوکر اُسے یہ کام سونپ دیا کہ وُہ اُس کے عہدِ حکومت کی تاریخ لکھا کرے۔ عنبر ہر روز رات کو دن کے گزرے ہُوئے واقعات قلمبند کرکے دُوسرے روز بادشاہ کو دکھاتا۔ عام طور پر بادشاہ اُس کے لکھے ہُوئے واقعات کو پسند کرکے اُسے شاہی تاریخ میں شامل کرلینے کا حُکم صادر کر دیتا۔ ایلام شہر میں لوگ بُتوں کی پُوجا کرتے تھے۔ یہ بُت مختلف جانوروں کے تھے۔ کوئی تبیلہ بھینس کی پُوجا کرتا تھا۔ کوئی گینڈے کی پُوجا کرتا تھا۔ کوئی سانپ کی اور کوئی مگرمچھ کی پُوجا کرتا تھا عنبر کسی بُت کی پرستش نہیں کرتا تھا۔ وُہ ایک خُدا پر ایمان رکھتا تھا جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک تھا اور جس کا کوئی بُت نہیں تھا۔ وُہ رات کو سونے سے پہلے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگا کرتا۔

شہر کے درمیان میں لعل دیوتا کا بہت بڑا مندر تھا۔ یہ مندر

چاروں طرف کے سنگ مرمر کے بے شمار ستونوں پر کھڑا تھا۔ بیچ میں ایک کشادہ ہال کمرہ تھا۔ جس کے بیچ میں سنگ سُرخ کا چبوترہ تھا جہاں جانوروں کی قربانی دی جاتی تھی۔ مندر کا بڑا پجاری اِس قربانی کے وقت خود اپنے ہاتھوں سے جانور کی گردن پر کلہاڑا چلاتا تھا۔ لعل دیوتا کے بڑے اُونچے بُت کے آگے ایک کشادہ تنور میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی۔ جانور ذبح کرکے اِس آگ میں ڈال دیے جاتے تھے۔ گویا لعل دیوتا نے قربانی قبول کر لی۔

ہلینی بال کی حکومت اپنے پُورے عروج پر تھی۔ سارے افریقہ پر اُس کا قبضہ تھا اور اب وہ مُلک نوبیہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ملک نوبیہ مصر کے شمال مشرق میں تھا اور وہاں ایک ملکہ حکومت کرتی تھی۔ اِس ملکہ کو فارستان اور بابل کے بادشاہوں کی حمایت حاصل تھی۔ ہلینی بال پھر بھی اُس کے ملک کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے ایک روز عنبر کو بُلا کر کہا:

"وزیر دربار، تم نے ہمارے لیے جاسوسی کرکے مِصر کی فتح آسان کر دی تھی۔ کیا اب تم ہمارے لیے ملک نوبیہ جا کر وہاں کی جاسوسی نہیں کر سکتے؟"

عنبر کے لیے یہ بڑا مشکل مقام تھا۔ اُس نے سچائی سے کام لیتے ہُوئے کہا:

"اے شہنشاہ، مصر کے لیے مَیں نے اِس لیے جاسوسی کی تھی کہ فرعون کے خاندان نے میرے ماں باپ کو ہلاک کیا تھا۔ میں اُس خاندان سے انتقام لینا چاہتا تھا، لیکن نوبیہ سے مجھے کوئی بَیر نہیں۔ مَیں وہاں جاسوسی کس لیے کروں؟"

"کیا تم ہمارے لیے بھی یہ کام نہیں کر سکتے؟"

عنبر نے انکار کرنا فی الحال مناسب نہ سمجھا۔ کہنے لگا:

"وقت آنے پر جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔"

"تو پھر تم تیار ہو؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

ہینی بال بڑا خوش ہُوا اور اُس نے حکم دے دیا کہ عنبر ملک نوبیہ جانے کی تیاری شروع کر دے۔ عنبر یہ کام کرنا نہیں چاہتا تھا مگر محض اس لیے تیار ہو گیا کہ نوبیہ جا کر وُہ واپس نہیں آئے گا۔ وہ ہینی بال کے ملک کو چھوڑ دے گا اور پھر کبھی پلٹ کر نہ آئے گا۔

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ موسم میں بارش نہ ہُوئی اور کھیتیاں سُوکھ گئیں۔ شاہی گوداموں میں جو غلّہ تھا وہ لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ وُہ بھی ختم ہو گیا۔ مگر آسمان سے پانی کا ایک قطرہ نہ برسا۔ ملک میں قحط پڑ گیا۔ لوگ بھُوکوں مرنے لگے۔ ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ بڑے پجاری نے ہزاروں جانور بعل دیوتا کے حضور

قربان کر دیے۔ مگر بارش نہ ہُوئی۔ آخر بڑے پُجاری نے اعلان کیا کہ بعل دیوتا کسی نوجوان لڑکی کی قربانی مانگتا ہے۔ نوجوان لڑکی کی قربانی کے بعد قحط دُور ہو جائے گا اور آسمان سے بارش برسے گی۔ ہیلینی بال نے قربانی کا حکم دے دیا۔ سارے ملک میں پُجاریوں نے گھوم پھر کر اُس نوجوان لڑکی کی تلاش شروع کر دی جو اُن کے خیال میں قربانی کے لیے موزوں تھی۔

آخر اُنھوں نے ایک غریب کسان کی لڑکی کو چُن لیا۔

جب اُنھوں نے غریب کسان کو بتایا کہ اُنھوں نے اُس کی معصوم بچّی کو بعل دیوتا کے سامنے قربان کر دینے کا فیصلہ کیا ہے تو وُہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اُسے اپنی بچّی سے بڑی محبّت تھی۔ لڑکی کا بھی رنگ زرد ہو گیا۔ لڑکی کے باپ نے پُجاریوں کے قدموں میں گر کر کہا:

"رب شمس کے لیے میری بچّی اور میرے بڑھاپے پر رحم کریں دیوتا کے آگے مجھے قربان کر دیں۔ مگر میری بچّی کو کچھ نہ کہیں:"

بڑے پُجاری نے کسان کے سر کو ٹھوکر مار کر کہا:

" دیوتا صرف تمہاری بچّی کی قربانی مانگتا ہے۔ تم نے اپنی بچّی کی جان بخشی کی بھیک مانگ کر گُناہ کیا ہے۔ اِس گُناہ کے داغ کو دھونے کے لیے ہمیں ایک ہزار چاندی کے سِکّے دو۔"

"مگر مَیں تو ایک غریب کسان ہُوں میرے پاس چاندی کے

سکے کہاں سے آ گئے ؟"

" تو پھر اپنے سارے برتن اور لڑکی ابھی ہمارے حوالے کر دو"
کسان رونے لگا۔ پجاریوں نے اُس کے گھر کا سامان لوٹ لیا اور زبردستی لڑکی کو پکڑ کر لے جانے لگے۔ کسان نے آگے بڑھ کر اپنی بچی کو بچانے کی کوشش کی تو پجاریوں نے اُسے مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ کسان بے ہوش ہو گیا اور پجاری روتی چلاتی لڑکی کو زبردستی رتھ پر ڈال کر مندر میں لے گئے۔

عنبر کو معلوم ہُوا کہ پجاری ایک معصوم بچی کو بعل دیوتا کے آگے قربان کر رہے ہیں تو اُسے بڑا صدمہ ہُوا اور اس نے لڑکی کی جان بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وُہ اُسے کس طرح بچائے۔ یہ اُن کا مذہبی معاملہ تھا اور مذہبی معاملے میں نہ صرف بادشاہ بلکہ ایلام شہر کے لوگ بھی پجاریوں کے ساتھ تھے۔ کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ پھر بھی عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسان کی معصوم بچی کو قتل نہیں ہونے دے گا۔

پجاریوں نے اعلان کر دیا کہ پُورے چاند کی رات کو کسان کی بیٹی کو بعل دیوتا کے سامنے ذبح کر کے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اُنہیں یقین تھا کہ اِس قربانی کے بعد بارش ہو گی اور دیوتا خوش ہو کر مُلک سے قحط دُور کر دے گا۔ عنبر نے بادشاہ سے مل کر بات کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ نے ملک میں قحط کی

وجہ سے نوبیہ پر چڑھائی کا خیال ملتوی کر دیا تھا۔ اب اُس کی ساری توجہ اِس طرف تھی کہ کسی طرح ملک سے قحط دُور ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے لعل دیوتا کے آگے انسانی قربانی کی اجازت دے دی تھی۔

شام کو عنبر بادشاہ سے ملنے محل میں گیا۔

ہینی بال اپنے ایک دوسرے وزیر کے ساتھ ملک میں غذائی صورتِ حال پر بات چیت کر رہا تھا۔ جب وُہ وزیر چلا گیا تو عنبر نے کہا:

"شہنشاہ عالی! میں ایک خاص مقصد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہُوں۔"

"وُہ مقصد بیان کرو عنبر! ہم سے جو کچھ بھی ہو سکا، ہم تمہارے لیے ضرور کریں گے۔"

عنبر نے کہا:

"اے شہنشاہ، کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ پُورے چاند کی رات کو لعل دیوتا کے حضور جو ایک معصوم بچّی کی قربانی دی جا رہی ہے اُسے روک دیا جائے۔"

ہینی بال نے تعجب سے عنبر کی طرف دیکھتے ہُوئے کہا:

"عنبر، یہ تم کہہ رہے ہو؟"

"ہاں میرے عظیم شہنشاہ، یہ میری آرزُو ہے کہ آپ کسان

کی معصوم بچّی کی قربانی کو روکنے کا حکم دے دیں۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ملک میں قحط ہی رہے۔ لوگ بھوکوں مرتے رہیں؟"

"ہرگز نہیں حضور، میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔"

"تو پھر جب تک انسان کی قربانی نہیں دی جائے گی۔ دیوتا خوش نہیں ہوگا اور وہ بارش نہیں برسائے گا۔ ملک سے قحط دُور نہیں کرے گا۔"

"بادشاہ سلامت، میرا خیال ہے کہ اگر کسان کی بچّی کی جگہ کسی پجاری کی قربانی دی جائے تو دیوتا زیادہ خوش ہوگا۔"

ہینی بال نے غصّے میں کہا:

"وزیر دربار، تم اپنی حد سے آگے بڑھ رہے ہو۔ ایسی بات پھر زبان سے مت نکالنا۔ یہ ہمارے عوام کے مذہب کا معاملہ ہے پجاری دیوتا کے پسندیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ عوام اور دیوتا بھی یہ گوارا نہ کریں گے کہ کسی پجاری کو آگ میں ڈالا جائے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں؟"

"ہرگز نہیں ملک معظم۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ کا اقبال دن دُونی رات چوگنی ترقی کرے اور آپ کی حکومت کا جھنڈا ساری دنیا پر لہرائے۔"

"تو پھر آئندہ سے بعل دیوتا کی قربانی کے بارے میں ہم

سے کوئی بات نہ کرنا ؟"

" بہت بہتر حضور انور "

عنبر نے جُھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور واپس آ گیا۔

کہنے کو تو اُس نے بادشاہ سے کہہ دیا تھا کہ وُہ اس معاملے میں دخل نہیں دے گا۔ لیکن وُہ ابھی تک اپنے اِس فیصلے پر ڈٹا ہُوا تھا کہ کسان کی لڑکی کو پتھر کے ایک بے جان بُت کے آگے ذبح ہونے سے بچا کر رہے گا۔ جُوں جُوں قربانی کا دن قریب آ رہا تھا۔ اُس کا دماغ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا کہ لڑکی کو ظالم پجاری کے چنگل سے کیونکر چھڑایا جائے ؟

لڑکی کو پجاریوں نے مندر کے نیچے ایک پُر اسرار تہہ خانے میں چھپا رکھا تھا۔ اِس تہہ خانے کو صرف ایک ہی راستہ جاتا تھا جس کا دروازہ بڑے پجاری کے کمرے میں تھا۔ عنبر نے ایک روز تہہ خانے کا جائزہ لینے کا ارادہ کر کے بادشاہ سے خاص حکم نامہ حاصل کیا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا کہ وُہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ لڑکی بیمار تو نہیں ؟ کیونکہ اگر بیمار لڑکی کی قربانی دی گئی تو دیوتا اُسے قبول نہیں کریں گے۔

حکم نامہ لے کر عنبر مندر کی طرف چل پڑا۔

مندر میں جا کر اُس نے بڑے پجاری سے ملاقات کی اور کہا:

" مَیں قربان کی جانے والی لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہُوں !"

پجاری نے حیرانی سے پوچھا:

"وہ کس لیے؟"

"اِس لیے کہ کہیں لڑکی بیمار تو نہیں؟"

"لڑکی تندرست ہے۔ ہم نے اپنی پوری تسلّی کر لی ہے"

"مگر میرے پاس بادشاہ کا حکم نامہ ہے۔ تم مجھے نہیں روک سکتے۔ اِس لیے کہ مَیں شاہی طبیب بھی ہُوں"

بڑا پجاری اب مجبور ہو گیا۔

اُس نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنے کمرے کے دروازے میں سے گزر کر سیڑھیاں اُترتا اُس تہہ خانے میں داخل ہو گیا جہاں کسان کی لڑکی قید تھی۔ ایک کوٹھڑی میں مشعل جل رہی تھی۔ اُس کی روشنی میں کسان کی بھولی بھالی خوف زدہ لڑکی ایک کونے میں سمٹی بیٹھی تھی۔ اُس کا رنگ زرد تھا اور وہ سہمی ہُوئی تھی۔ وہ سوائے اس کے بالکل تندرست تھی کہ اُس پر خوف چھایا ہُوا تھا۔

عنبر نے یُوں ہی اُس کی نبض وغیرہ دیکھی۔ اصل میں وہ کچھ اور دیکھ رہا تھا۔ وہ اِس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ یہاں سے لڑکی کو کیسے بھگا کر لے جائے؟ اُسے محسوس ہُوا کہ لڑکی کو اس تہہ خانے سے نکالنا بڑا مشکل اور کٹھن کام تھا۔ بڑا پجاری ذرا سی دیر کے لیے باہر گیا تو عنبر نے لڑکی کے کان میں کہا:

"فکر نہ کرو، میں تمہیں یہاں سے نکال لُوں گا۔ تم پرسوں

رات تیار رہنا "

پجاری فوراً اندر آگیا۔ اس اثنا میں عنبر لڑکی سے بات کر چکا تھا۔ اُس کی بات سُن کر لڑکی کے چہرے پر کوئی خوشی نہ پیدا ہُوئی۔ اس لیے کہ اُسے معلوم تھا کہ تہہ خانے کے اندھیرے جہنّم سے اُس کو کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔ جاتے ہُوئے عنبر نے ایک گہری نگاہ لڑکی پر ڈالی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اُسے تسلّی دی کہ فکر نہ کرو، میں پرسوں رات تمہیں یہاں سے نکال کرلے جاؤں گا۔

رات بھر وُہ اپنے خاص محل میں بیٹھا سوچتا رہا کہ کسان کی لڑکی کو وہاں سے کیسے نکالے؟ قربانی میں صرف ایک رات باقی تھی۔ اِدھر بعل کے مندر میں انسانی قربانی کی بڑی زبردست تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ قربان گاہ کے چبوترے کو دن میں چار بار دودھ سے دھو کر پاک کیا جا رہا تھا۔ مقدس آگ میں بار بار صندل اور زعفران ڈالا جا رہا تھا۔ سارے مندر کے ستونوں کو زیتون اور کیلے کی ہری بھری شاخوں سے سجا دیا گیا تھا —— قربان گاہ کے ساتھ ساتھ سرخ قالینوں پر شاندار چوکیاں بچھا دی گئی تھیں جن پر پجاریوں نے بیٹھ کر مذہبی گیت گانے تھے۔

دُوسرے روز صبح صبح لڑکی کو قربان کر دیا جانا تھا۔

رات ہوگئی اور پُورا چاند آسمان پر نکل آیا۔ اِسی رات کے

پہلے پہر کسان کی معصوم بچی کو ذبح ہو جانا تھا۔ عنبر بڑی بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس نے طے کر لیا تھا کہ کس طرح لڑکی کو وہاں سے فرار کروانا ہے۔ اب وُہ بے چینی سے وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ رات گہری ہو اور وُہ مندر کی طرف جائے۔ اُس نے دو عربی گھوڑے مندر کے پیچھے زیتون کے باغ میں تیار کر رکھے تھے۔ ان گھوڑوں کو اُس کا غلام لیے کھڑا تھا۔ ایک روز پہلے اُس نے شہر سے رات کو باہر نکلنے کا پروانہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے کہا تھا کہ شاید کل رات اُسے شہر سے باہر اپنے ایک بیمار رشتے دار کا علاج کرنے کے لیے جانا پڑے۔

جُوں جُوں رات گزُر رہی تھی۔ عنبر کا دل زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ آخر وقت آ گیا۔ عنبر نے حویلی کو تالا لگایا اور رتھ پر سوار ہو کر لبعل کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مندر سے کچھ دور وُہ رتھ سے اُترا اور پیدل چل کر مندر کے پچھواڑے زیتون کے باغ میں آ گیا۔ یہاں وُہ اپنے غلام سے ملا جو دو عربی گھوڑے لیے اُس کی راہ دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم تیار ہو؟"

"بالکل حضُور۔"

"کیا تم نے کسان کو بھی تیار کروا دیا ہے؟"

"وہ یہیں شہر کے مغربی دروازے کے پاس تیار ملے گا۔ اُسے تو یقین نہیں آرہا تھا میرے آقا کہ ہم اُس کی لڑکی کو بچا کر اُس کے پاس [illegible] ہیں"

"اُسے خدائے واحد پر بھروسا کرنا چاہیے۔ وہی ہماری اور اُس کی بیٹی کی مدد کر رہا ہے۔ اب تم یہیں بیٹھو، میں لڑکی کو لانے جا رہا ہوں"

"میرے آقا ہوشیار رہیے گا"

"فکر نہ کرو، مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ دُعا کرو کہ لڑکی محفوظ رہے"

اِتنا کہہ کر عنبر درختوں اور جھاڑیوں میں سے ہوتا ہُوا لعل دیوتا کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے ایک انتہائی تیز دھار والا خنجر اپنے لبادے کے اندر چھپا رکھا تھا۔ وہ مندر کے شمال مغربی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے پر ایک پُجاری پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر نے بھی پجاریوں ایسا لباس پہن رکھا تھا۔ اُس نے پہریدار کے قریب جا کر پجاریوں کی طرح اُسے سلام کیا اور پہریدار نے دروازہ کھول دیا۔ عنبر پُجاری کے بھیس میں مندر کے اندر داخل ہو گیا۔ اب وہ سجے سجائے ستونوں کے قریب سے ہوتا ہُوا بڑی تیزی سے بڑے پجاری کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ قربانی میں ابھی کافی دیر تھی۔ پھر بھی وہاں بڑی رونق تھی۔ دیواروں کے ساتھ

جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں اور پُجاری قربان گاہ کو دھو رہے تھے اور دُعا پڑھ رہے تھے۔ عنبر خاموشی سے سر جُھکائے اُن کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ ایک دالان کے عقب سے ہو کر وہ مُڑا تو سامنے بڑے پُجاری کا کمرہ تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا اور باہر مشعل روشن تھی۔ عنبر نے آہستہ سے دھکا دیا تو دروازہ کھُل گیا۔ اندر بھی روشنی ہو رہی تھی اور بڑا پُجاری ایک صندوق میں سے کچھ چیزیں نکال رہا تھا۔

پاؤں کی آہٹ سُن کر پُجاری نے پلٹ کر دیکھا۔

اُس کے سامنے پُجاریوں کے بھیس میں عنبر کھڑا تھا۔ بڑا پُجاری ایک دم سب کچھ سمجھ گیا۔ ابھی اس نے مدد کے لیے آواز ہی نکالی تھی کہ عنبر نے آگے بڑھ کر تیز دھار والا خنجر پُجاری کے دل میں اُتار دیا۔ پُجاری دھڑام سے نیچے فرش پر گر پڑا اور گرتے ہی مَر گیا۔ عنبر نے جلدی جلدی اُس کے کپڑے اتار کر کندھے پر رکھے اندر سے کمرے کے دروازے کو کُنڈی لگائی اور سیڑھیاں اُترتا نیچے تہہ خانے میں آ گیا۔

کسان کی لڑکی قربانی کے لباس میں اُداس اور غمزدہ بیٹھی تھی۔ اُس نے عنبر کو پہچان لیا۔ عنبر نے کہا:

"جلدی سے اپنے کپڑے اُتار کر یہ پُجاری کے کپڑے پہن لو۔"

"مگر ــــ"

"خُدا کے لیے جلدی کرو۔ یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں"
لڑکی نے عنبر کے کہنے پر عمل کیا۔ عنبر دیوار کی طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ لڑکی نے قربانی کا لباس اُتار کر پُجاریوں والا لمبا چوغہ پہن لیا۔

"جلدی سے میرے ساتھ نکل چلو اور خبردار راستے میں کوئی بُلائے بھی تو آواز نہیں نکالنی"

عنبر اور لڑکی دونوں پُجاریوں کے لباس میں تھے۔ وُہ دونوں تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر بڑے پُجاری کے کمرے میں آ گئے۔ یہاں اُس کی لاش دیکھ کر کسان کی لڑکی سب کچھ سمجھ گئی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دروازے کی کنڈی اُتاری اور لڑکی کو ساتھ لے کر باہر مندر کے صحن میں آ گیا۔ وہاں قربانی کی تیاریاں بڑے زور شور سے شروع تھیں۔ پُجاری مشالیں لیے اِدھر سے اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ عنبر نے لڑکی کے ہاتھ میں بھی ایک مشعل تھما دی اور اُسے ساتھ لیتا قدم قدم چلتا بڑے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔
اُسے ہر قدم پر یہی خطرہ تھا کہ کہیں اُس کا راز فاش نہ ہو جائے اور وُہ پکڑ نہ لیے جائیں۔ اپنے بارے میں تو اُسے معلوم تھا کہ کوئی بھی اُسے ہلاک نہ کر سکے گا۔ مگر لڑکی کا بچنا محال تھا۔ وہ دل ہی دل میں خُدا سے دُعا مانگتا رہا کہ وُہ ان دونوں کو اپنی حفاظت میں مندر سے باہر نکال دے۔ یہ لڑکی کی خوش قسمتی تھی

کہ کسی نے بھی اُن پر شک نہ کیا۔ سب نے یہی سمجھا کہ وہ پجاری ہیں اور انسانی قربانی کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

عنبر بڑے دروازے میں سے نکل کر باہر سنگ مرمر کی روش پر آگیا۔ یہ روش مندر کے دوسرے حصّے کی طرف چلی گئی تھی۔ تھوڑی دُور اُس روش پر چلنے کے بعد عنبر نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اُسے جنگل کی طرف لے گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے کہا:

"بھاگ چلو"

اور اُن دونوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جنگل کی جھاڑیوں اور سرکنڈوں میں سے ہوتے ہُوئے عنبر اُس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں اُس کا غلام گھوڑے لیے انتظار کر رہا تھا۔ غلام نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور بولا:

"میرے آقا! ربِ شمس کا شکر ہے کہ آپ آگئے"

عنبر نے لڑکی کو گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے کہا۔ دوسرے گھوڑے پر وُہ خود سوار ہوگیا۔ اُس نے حبشی غلام سے کہا:

"تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے، مَیں اُسے ساری زندگی فراموش نہ کر سکوں گا۔ آج سے تم آزاد ہو۔ میری حویلی کا سارا سامان، سارا روپیہ تمہارا ہے"

"میرے آقا! آپ کی خدمت میرا فرض تھا۔ مَیں نے آپ کی

خدمت کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے "

"خدا تمہارا نگہبان ہو"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے لڑکی کے گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ مارا اور خود بھی گھوڑے کو ایڑ لگا کر جنگل سے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ جنگل سے نکل کر اُس نے اپنے لیے ایک ویران راستہ چُن لیا۔ یہ کھیتوں اور مکانوں کے عقب سے ہو کر گزرتا تھا۔ شہر کے شمال مشرقی دروازے پر لڑکی کا باپ گھوڑے پر سوار ان کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی کو زندہ سلامت دیکھا تو خوشی سے نہال ہو کر اُس نے بچّی کو سینے سے لگا لیا۔ عنبر نے دروازے کے چوکیدار کو پروانہ دکھایا اور کہا کہ وُہ اپنے دو غلاموں کے ساتھ باہر کی بستی میں ایک مریض دیکھنے جا رہا ہے۔ پہریدار نے دروازہ کھول دیا اور تینوں شہر سے نکل کر آزاد فضا میں آ گئے اور انہوں نے سرپٹ گھوڑے دوڑانے شروع کر دیے۔

طلالہ کی رُوح

مندر میں پجاری لڑکی کی قربانی کے لیے بالکل تیار تھے۔ جلّاد تلوار لیے کھڑا ہو گیا۔ پجاری نے کہا کہ بڑے پجاری سے کہو کہ لڑکی کو تہہ خانے سے قربانی کے لیے لے آئے۔ کچھ پجاری بڑے پجاری کے کمرے کی طرف بڑھے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ انہوں نے دروازہ کھول کر اندر دیکھا تو اُن کی چیخ نکل گئی۔ ان کے سامنے فرش پر بڑے پجاری کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ ہر طرف ایک شور مچ گیا۔ پجاری بھاگ کر نیچے تہہ خانے میں گئے۔ وہاں لڑکی غائب تھی۔

پجاریوں نے غل مچا دیا کہ بڑا پجاری قتل کر دیا گیا ہے اور دیوتا کے حضور قربان کی جانے والی لڑکی غائب ہے۔ ایک کہرام مچ گیا۔ اُسی وقت بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ دیوتا کی سخت بے عزتی ہوئی ہے اور اب ساری قوم پر، سارے ملک پر اس کا شدید عذاب نازل ہوگا۔ بادشاہ نے وزیر دربار کو بلایا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی غائب ہے۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ ساری کارستانی

وزیر دربار کی ہے اور وُہی لڑکی کو بھگا کر لے گیا ہے۔ اُن کے مذہب کے خلاف یہ اِس قدر بڑا گناہ تھا جسے بادشاہ کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے غضب میں آ کر یہ اعلان کیا۔

"فوج کو اُن کے پیچھے دوڑایا جائے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے لڑکی کو گرفتار کر کے دیوتا کے حضور قربان کر دیا جائے"

فوج کا ایک چاق وچوبند دستہ نیزوں اور تیر کمان سے کربستہ ہو کر سرپٹ گھوڑے دوڑاتا شہر کے دروازے سے نکلا اور عنبر کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ عنبر نے دو گھناؤنے جُرم کیے تھے۔ ایک تو بڑے پُجاری کو خنجر مار کر ہلاک کر دیا تھا اور دوسرے دیوتا کے حضور قربان کی جانے والی لڑکی کو اغوا کر لیا تھا۔ بیلنی بال بے حد غیض و غضب کے عالم میں تھا اور چاہتا تھا کہ اگر اُسے عنبر مل جائے تو اُسے کچّا ہی چبا کر کھا جائے۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کے بہادر سپاہی صبح ہونے سے پہلے پہلے صحراؤں میں سے ڈھونڈ کر لڑکی کو گرفتار کر کے لے آئیں گے۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ لڑکی کی قربانی کے بعد وہ عنبر کو ایک زمین دوز تہہ خانے میں بند کر دے گا جہاں وہ قیامت تک قید رہے گا۔

عنبر، کسان اور اُس کی بیٹی کو لے کر ایلام شہر سے کافی دُور نکل چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک صحرا سے گزر رہا تھا جہاں جگہ جگہ ریت کے ٹیلے تھے۔ دن نکل آیا اور دھوپ میں تیزی آنا شروع

ہوگئی تھی۔ لڑکی نے کہا:

"میں تھک گئی ہوں بابا۔"

کسان نے اپنی بچّی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"تو پھر کچھ دیر آرام کرلو بیٹی یہاں۔"

عنبر نے کہا:

"ایسا ہرگز نہ کرنا۔ بادشاہ کی فوج یقیناً ہماری تلاش میں روانہ ہو چکی ہوگی۔ اگر ہم یہاں آرام کرنے کے لیے رُک گئے تو ضرور گرفتار کر لیے جائیں گے۔"

"میری بچّی تھک گئی ہے۔"

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بچّی آج شام سے پہلے پہلے قربان گاہ پر قربان کردی جائے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو بے شک یہاں آرام کرنے کے لیے رُک جاؤ۔"

کسان نے گھبرا کر کہا:

"نہیں نہیں، میں یہ کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔ تم نے میری بچّی کی جان بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ تم مجھے جس طرح کہوگے ویسے ہی کروں گا۔"

"تو پھر سفر جاری رکھنا ہوگا۔"

لڑکی نے کہا:

"ہاں بابا، ہم سفر جاری رکھیں گے۔ میرے محسن کا خیال ٹھیک

ہے۔ بادشاہ نے ہماری تلاش میں فوج ضرور روانہ کردی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے میری بچّی! مجھے آرام سے تمہاری جان زیادہ عزیز ہے۔"

تینوں مسافروں نے سفر جاری رکھا۔ اُن کے عربی گھوڑے اُنہیں صحرا میں اڑاتے ہُوئے گزر رہے تھے۔ دوپہر کے بعد وُہ ایک ٹیلے کے عقب میں سے گزرنے لگے تو عنبر کو محسوس ہُوا کہ گھوڑے تھک گئے ہیں۔ اُس نے کہا:

"گھوڑے تھکن سے چُور ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ایک پل کے لیے یہاں آرام کرلینا ہی بہتر ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی میرے آقا۔"

کسان نے کہا اور اپنی بچّی اور عنبر کے لیے ٹیلے کی چھاؤں میں بھیڑ کی کھال بچھا دی۔ تینوں مفرور اس پر بیٹھ گئے۔ عنبر نے گھوڑوں کو کھول دیا اور جھولے میں سے چارہ نکال کر اُن کے آگے ڈال دیا۔ گھوڑے چارہ کھانے لگے۔ ابھی انہیں وہاں بیٹھے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک دُور سے غبار سا بلند ہوتا نظر آیا۔ لڑکی نے غبار کو دیکھ عنبر کی توجہ اُس طرف دلائی۔

"یہ غبار سا کیسا ہے؟"

کسان اور عنبر نے چونک کر غبار کی طرف دیکھا اور گھبرا کر کہا:

"معلوم ہوتا ہے بادشاہ کی فوج ہمارے سر پر پہنچ گئی ہے۔"

کسان نے گھبرا کر کہا :

" اب کیا ہوگا میرے آقا ؟"

عنبر نے کہا :

" صرف ہمیں گھبرانا نہیں ہے۔ ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہیے۔"

اُنھوں نے چادریں گھوڑوں پر ڈالیں اور صحرا میں گھوڑے ڈال دیے۔ مگر بادشاہ ہینی بال کے چاق و چوبند سواروں کا وُہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے آگے بڑھتے چلے آرہے تھے اور اُن کے درمیان فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ ایک ٹیلے کے پاس پہنچ کر کسان نے مڑکر دیکھا تو اُس کی چیخ نکل گئی۔ عنبر نے گھوم کر دیکھا۔ سواروں کے نیزے دُور سے دُھوپ میں چمکتے نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ اُس نے خطرے کو محسوس کر لیا تھا کہ وُہ اُن کے سروں پر منڈلانے لگا ہے۔ مگر صحرا میں وُہ چُھپ کر کہاں جا سکتا تھا ؟

بادشاہ کے سوار قریب سے قریب تر آرہے تھے۔ اب دُور سے اُن کے لوہے کے ٹوپ اور زرہ بکتر بھی صاف نظر آنے لگے تھے۔ کسان نے کہا :

" اب کیا ہوگا میرے آقا ؟"

" وہ ہمیں ضرور پکڑ کرلے جائیں گے۔ وہ مجھے بڑی بیدردی سے ہلاک کر دیں گے۔ وُہ میرے بابا کو بھی ہلاک کر دیں گے "

عنبر نے ہاتھ بلند کر کے کہا :

"گھوڑوں سے اُتر کر ٹیلے کی اوٹ میں ہو جاؤ ۔"

"اس سے کیا ہوگا میرے آقا ؟" کسان نے گھبرا کر پُوچھا۔

"جیسا میں کہتا ہُوں ویسا ہی کرو ۔"

کسان اور اُس کی بیٹی گھوڑوں سے اُتر کر ریت کے ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے ۔ فوج کا دستہ انہیں تھوڑے فاصلے پر اُن کی طرف طوفان کی طرح بڑھتا صاف نظر آ رہا تھا۔ عنبر بھی گھوڑے سے اُتر پڑا اور صحرا میں دو زانو ہو کر دُعا مانگنے لگا۔ جتنی دیر وُہ دُعا مانگتا رہا بادشاہ کی فوج اُس کے اور قریب آتی گئی۔ کسان اور لڑکی کا مارے خوف کے دم نکلا جا رہا تھا ۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ دُعائیں مانگنا اب فضول ہے۔ اُنہیں دُنیا کی کوئی طاقت فوج سے نہیں بچا سکتی۔

اچانک عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ اُسے ایک آواز سُنائی دی ۔

"عنبر، میری آواز پہچانتے ہو ؟"

"کیا تم — تم طلالہ کی رُوح ہو ؟"

" تم نے کتنی جلدی مجھے پہچان لیا۔ یقیناً تم میری قدر کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہزار برس گزر جانے پر بھی تم نے میری آواز کو جھٹ پہچان لیا۔ میں نے تمہاری قدر نہ کی اور تم سے دھوکہ کیا۔ میری روح ایک ہزار سال سے بے چین چلی آ رہی تھی۔

میں موقع کی تلاش کر رہی تھی کہ مصیبت میں تمہاری مدد کر کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دوں۔ ربِ عظیم کا شکر ہے کہ آج مجھے موقع مل گیا۔ میں تمہاری مدد کو آئی ہوں۔"

طلالہ کی رُوح کی آواز کسان اور اُس کی بیٹی کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ حیران ضرور ہو رہے تھے کہ عنبر کس سے باتیں کر رہا ہے۔ فوج اب بالکل سامنے آ گئی تھی اور اُس نے بھی اپنے شکار کو دیکھ لیا تھا اور سپاہی دُور سے تیر برسانے لگے تھے۔ تیروں کی پہلی بوچھاڑ عنبر سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر آ کر گری۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دوسری باڑ اُس کے اُوپر گرنے والی تھی۔ کسان کی لڑکی نے رونا شروع کر دیا۔ عنبر نے کہا:

"طلالہ کی رُوح، اگر تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو تو اِس فوج کو روکو۔ میں ایک مظلوم اور معصوم لڑکی کی جان بچا کر اس سے بھاگ رہا ہوں۔ میں ایک نیک کام کر رہا ہُوں اور ہینی بال کی فوج اِس لڑکی کو ذبح کر دینا چاہتی ہے جو گناہ ہے۔ اِس گناہ کے خلاف لوہے کی دیوار بن کر کھڑی ہو جاؤ اور اِس باپ بیٹی کی جان بچا لو!"

"میں بڑی خوشی سے تمہاری مدد کر دوں گی عنبر، مگر یہ بتاؤ کہ کیا پھر تم مجھے معاف کر دو گے؟"

"ہاں ہاں، میں پھر تمہیں معاف کر دوں گا۔ ضرور معاف کر

ڈوں گا۔ مگر خدا کے لیے اِس وقت جلدی کرو۔ فوج ہمارے سر پر آ گئی ہے۔"

"ابھی دیکھ کیا ہوتا ہے عنبر، گھبراؤ نہیں"۔

طلالہ کی رُوح اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔ تیروں کی دوسری بوچھاڑ ٹیلے کے قریب آ کر گری اور کسان کی چیخ نکل گئی۔

"خدا کے لیے یہاں سے بھاگ چلو میرے آقا۔ تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔ اُٹھو، اپنی اور ہماری جان بچاؤ"۔

کسان اپنی بیٹی کا بازو پکڑ کر ایک طرف بھاگنے لگا تو عنبر نے آگے بڑھ کر اُسے روک کر ٹیلے کی اوٹ میں کر دیا۔

"چپ چاپ یہاں بیٹھ جاؤ"۔

"کیا تم ہمیں فوج کے ہاتھوں قتل کروانا چاہتے ہو؟"

"تم دیکھتے رہو کیا ہوتا ہے"۔

فوج کا دستہ اب بالکل سامنے آ گیا تھا اور اُن کے سپہ سالار نے للکار کر کہا:

"خبردار، بھاگنے کی کوشش نہ کرنا، نہیں تو جان سے مار دوں گا"۔

ایک دم آسمان پر بڑے زبردست کڑاکے کے ساتھ بجلی چمکی اور ایک زلزلہ سا آ گیا۔ صحرا کی زمین ہلنے لگی۔ فوج کا دستہ رُک گیا۔ گھوڑے الف ہو کر زور زور سے ہنہنانے لگے۔ دوسری بار بجلی

چمکی تو پہلے سے زبردست کڑک پیدا ہُوئی۔ صحرا گونج اُٹھا۔ اس کے ساتھ ہی فوج کے دستے اور عنبر کے درمیان کی زمین شق ہو گئی اور وہاں ایک گہرا غار مُودار ہو گیا۔
فوج کے سپاہی حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے سپہ سالار نے حُکم دیا:
"نیزوں کی بوچھاڑ کر دو۔ یہ جادو ہے اور کچھ نہیں!"
سپاہیوں نے کسان، اُس کی بیٹی اور عنبر پر نیزے اور تیر برسانے شروع کر دیے۔ نیزے اور تیر ان تینوں کے آس پاس آ کر گرنے لگے۔ قریب تھا کہ کسی نہ کسی تیر یا نیزے سے کسان اور اُس کی بیٹی ہلاک ہو جائیں کہ ایک بار پھر آسمان پر بجلی کا شعلہ مُودار ہُوا۔ خوفناک کڑک کے ساتھ یہ شعلہ غیض و غضب کے عالم میں زمین کی طرف لپکا اور فوج کے دستے پر ایک بلائے ناگہانی بن کر گِرا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آدھے گھوڑے اور آدھے سپاہی اُس شعلے میں جل بھُن کر راکھ ہو گئے۔ باقی سپاہی بھاگنے لگے تو چوتھی بار زبردست گرج کے ساتھ شعلہ لپکا اور باقی ماندہ گھوڑے اور سپاہی بھی جل کر راکھ ہو گئے۔ اب وہاں سوائے سپاہیوں اور گھوڑوں کی جلی ہُوئی لاشوں کے اور کچھ نہیں تھا۔
طلالہ کی رُوح کی آواز سنائی دی:
"عنبر! میں نے تمہارے حُکم کے مطابق تمہاری مدد کر دی

ہے۔ کیا تم نے میرے گناہ کو معاف کر دیا ہے؟"

"تمہارا شکریہ طلالہ، یقین کرو، میں نے تمہیں دل سے معاف کر دیا ہے۔"

"ربّ عظیم تمہارا نگہبان ہو۔"

اِس کے بعد طلالہ کی رُوح نے خوشی سے ایک قہقہہ لگایا صحرا میں جیسے بے شمار بادلوں کی گرج سُنائی دی اور پھر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ کسان اور اُس کی بیٹی نے یہ سارا کرشمہ سہمے ہوئے دیکھا تھا۔ اُن بے چاروں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہُوا اور کیسے ہو گیا؟ وہ عنبر کے قدموں پر سجدے میں گر گئے اور اُن کے پاؤں کو چُومنے کی کوشش کرنے لگے۔

عنبر نے اُنہیں اُٹھایا اور کہا:

"سجدہ کسی انسان اور بُت کو نہیں کیا جاتا۔ سجدہ صرف خُدائے واحد کو کیا جاتا ہے۔ تم لوگوں نے جو کچھ دیکھا، یہ اُسی خُدائے واحد کا کرشمہ تھا۔ اگر اُس کی مرضی نہ ہوتی تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا اور ہم فوج کی قید میں ہوتے ـــــ اور اب آگے بڑھتے ہیں۔ ملک نوبیہ کی سرحد یہاں سے دُور نہیں ہے۔"

خوش اور حیرت زدہ کسان اپنی خوش قسمت بیٹی کو لے کر زمین پر سے اُٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بولا:

"میں تمہارے خُدائے واحد پر ایمان لاتا ہُوں۔"

اور عنبران دونوں باپ بیٹی کو لے کر ملک نوبیہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔

آسمانی آگ

•

ملک نوبیہ میں عنبر ایک حکیم کے بھیس میں داخل ہُوا۔
کسان اور اُس کی بیٹی کو اُس نے باپ اور بہن ظاہر کیا۔ نوبیہ پر چونکہ ہیلنی بال کی چڑھائی کا خطرہ منڈلا رہا تھا۔ اِس لیے سرحدی سپاہیوں نے کافی چھان بین کے بعد عنبر اور اُس کے ساتھیوں کو سرحد کے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ نوبیہ کا پہلا شہر سرحد سے تھوڑی ہی دُور واقع تھا۔ یہاں عنبر نے کسان اور اُس کی بیٹی کو اپنے سے جُدا کر دیا۔ اُنھوں نے عنبر کا ایک بار پھر تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور نئے مُلک میں نئی زندگی شروع کرنے کے لیے اپنی راہ لی۔

عنبر گھوڑے پر سوار دواؤں کا جھولا بغل میں لٹکائے نوبیہ کے دارالحکومت سُمیر کی طرف روانہ ہوگیا۔ سُمیر اُس زمانے میں ایک انتہائی ترقی یافتہ شہر تھا اور ابھی ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ شہر کے مکان پُختہ اینٹوں کے تھے اور سڑکوں پر دونوں جانب سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ ملکہ کا محل شہر کے بیچ میں تھا۔ جس کا سنہری گنبد دُور ہی سے چمکتا دکھائی دیتا تھا۔ عنبر شہر

کی سڑکوں پر سے گزرتا لوگوں کو تجارت کرتے اور سودا سلف کی خرید و فروخت کرتا دیکھتا ہُوا شاہی محل کی طرف جا رہا تھا۔

وُہ ملکہ نوبیہ سے مُلاقات کرنا چاہتا تھا۔

شاہی محل کے دروازے پر پہریداروں نے اُسے روک لیا اور پُوچھا کہ وُہ کون ہے اور کس سے ملنا چاہتا ہے۔ عنبر نے بتایا کہ وُہ افریقہ کے ملک ایلات سے آرہا ہے اور ملکہ کے لیے ایک خاص پیغام لایا ہے۔ پہریداروں نے اُسے کوٹھڑی میں بٹھا لیا اور وزیر دربار کو پیغام بھجوا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وزیر دربار کے سپاہی آئے اور عنبر کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وزیر دربار اپنے محل کے باغ میں سنگ مرمر کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اُس کے غلام چاروں طرف ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ عنبر نے سلام کیا اور خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔

وزیر دربار نے پوچھا:

"اے نوجوان، تو ملکہ عالیہ کے لیے کیا پیغام لایا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"یہ میں صرف ملکہ عالیہ ہی کو بتا سکتا ہُوں۔"

وزیر دربار بولا:

"مَیں ملکہ عالیہ کا وزیر دربار ہُوں۔ مجھ سے حکومت کا کوئی راز چھپا ہُوا نہیں ہے۔ تم بلا خوف مجھے اپنا راز بتا سکتے ہو۔"

عنبر نے کہا :

"محترمی، مجھے بہت افسوس ہے کہ میں سوائے ملکہ کے اور کسی سے کوئی بات نہیں کر سکتا"

وزیر دربار ایک انتہائی شریف انسان تھا۔ اُس نے کہا :

"بہت بہتر، اگر تم ملکہ سے ملاقات کرنے پر اصرار کرتے ہو تو میں آج ہی ملکہ عالیہ سے تمہاری ملاقات کروائے دیتا ہوں۔ ابھی تم نہا کر کھانا کھا لو!"

"شکریہ"

وزیر دربار اُسی وقت ملکہ سے ملاقات کرنے خاص محل میں آ گیا۔ اُس نے ملکہ کو بتایا کہ ایک نوجوان ایلات سے آیا ہے اور کوئی خاص پیغام لایا ہے جسے وہ صرف آپ ہی کو بتانا چاہتا ہے۔ ملکہ نے کہا :

"اُسے ہمارے حضور میں لے آئیے"

عنبر غسل کے بعد کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ وزیر دربار نے اُسے بتایا کہ ملکہ عالیہ اُس سے ابھی ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ عنبر بہت خوش ہوا اور اُس کے ساتھ ایک عالی شان رتھ میں سوار ہو کر ملکہ کے خاص محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ملکہ اپنے خاص محل میں بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ عنبر نے اندر آتے ہی جھک کر سلام کیا اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ملکہ

نے بڑے غور سے عنبر کو دیکھا۔ اُسے عنبر کے چہرے سے شرافت اور اچھے خاندان کی چمک نظر آئی۔ ملکہ نے عنبر سے پُوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے اے نوجوان؟"

عنبر نے یہ بتانا مناسب خیال نہ کیا کہ وہ ایک ہزار برس سے زندہ چلا آرہا ہے۔ کیونکہ اس راز کو کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اُس نے کہا:

"اے ملکہ عالیہ میرا نام عنبر ہے۔ میرا تعلق مصر کے فرعونوں کے ایک قدیم خاندان سے ہے۔ میرے خاندان پر ہینی بال بادشاہ نے قبضہ کر لیا ہے اور میں اُس کے دربار سے بھاگ کر آیا ہُوں"

ملکہ نے حیرانی سے پُوچھا:

"تم ہینی بال کے دربار میں تھے کیا؟"

"ہاں ملکہ، میں اُس کے دربار کا وزیر تھا۔ مگر بادشاہ میری جان کا دشمن بن گیا۔ صرف اس لیے کہ میرا تعلق مصر کے قدیم خاندان سے ہے۔ اُس نے مجھے قتل کروانے کی کوشش کی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ ایک وفادار غلام نے مجھے ہوشیار کر دیا اور میں وہاں سے جان بچا کر آپ کے ملک میں پناہ لینے آیا ہُوں"

ملکہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اُس نے کہا:

"ہم تمہیں اپنے ملک میں پناہ دیتے ہیں۔ مگر کیا تم کو معلوم ہے کہ ہیبنی بال ہمارے ملک پر کب چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"ملکہ عالیہ، ہیبنی بال کے ملک میں قحط پڑا ہُوا ہے۔ وہ ابھی اپنی مصیبت میں پھنسا ہے۔ جُوں ہی اُس کو قحط سے نجات ملی وہ آپ کے ملک پر حملہ کر دے گا۔ اس نے ساری تیاریاں مکمل کر رکھی ہیں۔"

ملکہ نوبیہ کے لیے یہ معلومات بہت قیمتی تھیں۔ اُس نے پُوچھا:

"اے نوجوان، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہیبنی بال کتنی فوج کے ساتھ میرے ملک پر حملہ کرے گا؟"

"ملکہ عالیہ، ہیبنی بال کے پاس ایک لاکھ فوج ہے جس میں ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی ہے۔"

ملکہ نے وزیر دربار کی طرف دیکھا۔ وزیر دربار نے کہا:

"ملکہ معظمہ، ہاتھیوں کا دستہ ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے سپاہی ہاتھیوں سے لڑنے کے عادی نہیں ہیں۔"

"اس دستے کے مقابلے کے لیے ہمیں ابھی سے تیاری شروع کر دینی ہو گی۔"

عنبر نے کہا:

"اگر آپ اجازت دیں تو اِس سلسلے میں مَیں آپ کی مدد کر سکتا ہُوں"

"کیوں نہیں، ہم اپنے ملک اور رعایا کو شکست سے بچانے کے لیے تم سے بھی مشورہ لینے کو تیار ہیں"

عنبر نے کہا:

"شہر سے باہر کافی فاصلے پر ایک گہری خندق چاروں طرف کھدوا دیں۔ اِس خندق میں حملے کے وقت آگ جلا دیں ہاتھی آگ کو دیکھ کر آگے آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ اگر ہم اُوپر سے جلتے ہُوئے تیروں کی بارش کر دیں تو ہاتھی اُلٹا ہینی بال کی فوج کو کُچل کر بھاگ جائیں گے"

"ہمیں تمھاری تجویز پسند آئی ہے عنبر! ہم آج ہی سے اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ باقی تم ہمارے محل میں درباری کی حیثیت سے رہو گے"

عنبر نے جُھک کر کہا:

"اِس عزّت کے لیے مَیں حضور کا شکر گزار ہُوں"

عنبر نے ملکہ کے شاہی محل میں رہائش اختیار کر لی۔

اُدھر جب ہینی بال کو معلوم ہُوا کہ جو سپاہیوں کا خاص دستہ عنبر اور دیوتا پر قربان کی جانے والی کسان لڑکی کی تلاش میں روانہ ہُوا تھا وُہ راستے میں آسمانی بجلی سے جل کر بھسم ہو گیا

ہے تو اُسے بے حد صدمہ ہُوا۔ وُہ غصّے سے کانپنے لگا۔ اُس نے حکم دے دیا کہ عنبر اور لڑکی کو ہر حالت میں گرفتار کرکے اُس کے دربار میں پیش کیا جائے۔ سپاہی اُس کی تلاش میں نکل کھڑے ہُوئے۔ ایک ہفتے بعد بادشاہ کے خاص جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ عنبر اور کسان لڑکی نے ملکہ نوبیہ کے شہر میں پناہ حاصل کر لی ہے۔ ہینی بال کا غصّہ اور بڑھ گیا۔ اُس نے کہا:

"ہم ملکہ نوبیہ کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے!"

ہینی بال انتقام کی آگ میں اِس قدر پاگل ہُوا جا رہا تھا کہ اُس نے مُلک سے قحط دُور ہو جانے کا بھی انتظار نہ کیا اور ایک لاکھ فوج لے کر ملک نوبیہ پر حملہ کر دیا۔ دس روز کے سفر کے بعد وُہ نوبیہ کی سرحدوں میں داخل ہو گیا۔ اُس نے کئی چھوٹے چھوٹے شہر فتح کرکے لوگوں کو قتل کر دیا اور مکانوں اور کھیتوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ ملکہ کو حملے کی خبر ملی تو اُس نے وزیرِ جنگ اور سپہ سالار کو بُلا کر حملے کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ شہر کے دروازے بند کر دیے گئے اور شہر پناہ کی دیواروں پر تیر کمان والے سپاہی چڑھ کر بیٹھ گئے۔ دُوسرے روز ہینی بال کی فوج نے شہر پر حملہ کر دیا۔ سارا دن جنگ ہوتی رہی مگر وہ شہر کا دروازہ توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ شہر کے باہر

کھُدی ہوئی خندق میں آگ لگی تھی۔ ہاتھی آگ کو دیکھ کر ڈر گئے مگر ہینی بال نے دو روز کے اندر آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور تختوں کے پُل بنا کر ہاتھیوں کو لے کر قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔ قلعے کے ایک خاص بُرج میں ملکہ نوبیہ اپنے وزیر دربار اور عنبر کے ساتھ کھڑی لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی۔

ہینی بال کی بے پناہ فوج اور ہاتھیوں کے لشکر کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئی۔ اُسے یُوں لگا جیسے ہینی بال کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے اور وہ قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ ملکہ کی فوج شہر سے نکل کر دن بھر لڑتی رہی۔ شام کو وُہ قلعے میں واپس آ گئی اور دروازے بند کر دیے گئے۔ ملکہ پریشانی کے عالم میں اپنے خاص محل میں ٹہل رہی تھی۔ اُسے اپنی شکست صاف نظر آ رہی تھی۔ ہینی بال کی ہاتھیوں کی فوج بہت حملہ کرنے والی تھی اور ہزاروں ہاتھیوں کے آگے اُس کے مٹھی بھر تیر چلانے والے سپاہیوں کا دستہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

عنبر نے ملکہ کی پریشانی کو دیکھ کر کہا:

"اے ملکہ آپ نے مجھے پناہ دی تھی۔ میں آپ کو پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ ہینی بال ایک ظالم اور سنگ دل بادشاہ ہے۔ اگر اُس نے آپ کا ملک فتح کر لیا تو وُہ اس محل میں آگ لگا دے گا اور عورتوں اور بچّوں کو بے رحمی سے قتل کرا دے گا۔"

ملکہ نے کہا :

" مگر ہم اتنی بڑی فوج اور ہاتھیوں کے لشکر کا کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس تو فوج بھی بہت کم ہے "

عنبر نے کہا :

" آپ گھبرائیں نہیں۔ خدائے واحد نے چاہا تو کل مقابلے کے وقت میدانِ جنگ کا نقشہ پلٹ جائے گا۔ آسمان سے بجلی گرے گی اور ظالم بادشاہ کا لشکر برباد ہو جائے گا "

ملکہ نے حیرانی سے پوچھا :

"عنبر، کیا تم جادوگر بھی ہو ؟"

عنبر نے کہا :

" اے ملکہ میں جادوگر نہیں ہوں۔ میں ایک خدا پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں بتوں کی پوجا بھی نہیں کرتا۔ مجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔ وہ کسی نہ کسی ذریعے سے ہماری ضرور مدد کرے گا "

ملکہ کو عنبر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا ؛ حالانکہ اُس کا جی چاہتا تھا کہ وُہ اُس کی باتوں پر اعتبار کرے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آسمان سے بجلی گرے اور بھینی بال کا طاقت ور لشکر تباہ ہو جائے۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ملکہ ساری رات اپنی خواب گاہ میں جاگتی رہی۔ وہ پریشانی کی وجہ سے ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکی۔

دن چڑھا تو ہیبنی بال کی فوجوں نے بڑا زبردست حملہ شروع کر دیا۔

ہاتھیوں کا سیلاب دوڑتا ہوا قلعے کی فصیل کی طرف بڑھا اور انہوں نے جلتے تیروں کی بارش میں دیوار کے ساتھ ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔ محل میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ ملکہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُس کی فوج بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی۔ مگر ہیبنی بال کی فوج کے آگے اُس کی کوئی پیش نہ جا رہی تھی۔ عنبر نے وعدے کے مطابق ملکہ کو تسلی دی اور محل کی چھت پر آگیا۔ اس وقت چھت پر کوئی نہیں تھا۔ اُس کے اوپر سے دشمن کے تیر گزر رہے تھے۔ میدان جنگ میں ایک قیامت کا شور مچا ہوا تھا۔

عنبر نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور مشرق کی طرف منہ کر کے آواز دی:

"اے طلالہ کی رُوح، آج پہلی بار میں مدد کے لیے تمہیں بُلا رہا ہوں۔ تم جہاں کہیں بھی ہو یہاں آؤ اور ملکہ نوبیہ کی مدد کرو۔ اُس کے امن پسند مُلک پر ایک ظالم نے حملہ کر دیا ہے وہ اُس کے محل کو آگ لگا کر اُس کی رعایا کو قتل کر کے اُن کے مکانوں اور کھیتوں کو آگ لگا دینا چاہتا ہے۔ انسان کی ہمدردی اور انصاف کے نام پر تو ظاہر ہو کر ملکہ کی مدد کر۔"

عنبر خاموش ہوگیا۔ اُس نے کئی بار پکارا مگر طلالہ کی رُوح نہ آئی۔ آخر جب عنبر نے ساتویں دفعہ اُسے آواز دی تو طلالہ کی رُوح نے ایک قہقہہ لگا کر کہا:

"عنبر، تمہاری آواز مجھے بڑی دُور سے کھینچ لائی ہے۔ میں نے تمہاری ساری بات سُن لی ہے: تمہاری اور مظلوم ملکہ کی مدد کر کے مجھے خوشی ہوگی۔ ہیبنی بال نے ملکہ کے ملک پر ڈاکو بن کر حملہ کیا ہے۔ اُسے اس کی سزا ضرور مل کر رہے گی"

اس کے بعد آسمان پر بجلی چمکی۔ ایک کڑکا پیدا ہوا جس کی گونج نے درو دیوار ہلا دیے۔ ملکہ اپنے محل میں کانپ اُٹھی بجلی کا دُوسرا دھماکہ ہوا، اور آسمان سے آگ کے شعلے لپک لپک کر ہیبنی بال کی فوجوں اور ہاتھیوں پر گرنے لگے۔ ایسے لگتا تھا جیسے آسمان سے آگ کی بارش ہو رہی ہے۔ ہیبنی بال کی فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ہاتھی گھبرا کر الٹے بھاگے اور اپنی ہی فوجوں کو کچلنے لگے۔ بجلی بار بار کڑک کر شعلے کی طرح فوجوں پر گر رہی تھی اور فوجیں بھسم ہو کر راکھ بن رہی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے میدان جنگ دشمن کی فوجوں کی لاشوں، گھوڑوں، ہاتھیوں کی ادھ جلی لاشوں سے بھر گیا۔ ہیبنی بال حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اُس کی آدھی فوج مر گئی تھی اور باقی فوج کے قدم اکھڑ گئے تھے اور

وہ جدھر منہ اٹھا بھاگ رہی تھی۔ دوپہر تک سارا میدان خالی ہوگیا۔ بجلی کے شعلے نے ہینی بال کے ہاتھی پر بھی حملہ کیا۔ ہینی بال ہاتھی سے کود کر اپنے گھوڑے پر آیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے فرار ہوگیا۔ دشمن بھاگ گیا تھا۔ میدان جنگ میں دشمن کے سپاہیوں کی جلی ہوئی لاشوں کے پنجر پڑے تھے۔ ملکہ جنگ جیت چکی تھی۔ وہ خوشی سے نہال ہورہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر عنبر کی پیشانی چوم لی اور کہا:

"عنبر، اگر تم ہماری مدد نہ کرتے تو اس وقت ہمارے محل میں آگ لگی ہوتی اور ہم زنجیروں میں جکڑے دشمن کی قید میں ہوتے۔ ہم تمہارا یہ احسان ساری عمر نہ بھول سکیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"اے ملکہ، میں نے جو کچھ کیا اپنا فرض ادا کیا ہے اور پھر نہ تو یہ میرا اجادو تھا اور نہ کچھ اور — یہ صرف ظالم کے خلاف میرے خدائے واحد نے مظلوم کی مدد کی ہے۔ ہینی بال نے ڈاکو اور غاصب بن کر آپ کے ملک پر حملہ کیا تھا۔ اب کو اس کی سزا مل گئی۔"

وزیر دربار نے کہا:

"پھر بھی اے نوجوان، یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا۔ اس جنگ کی فتح کا سہرا تمہارے سر پر ہے۔"

ملکہ نے اُسی وقت حکم دیا کہ عنبر کو شاہی خلعت پہنا کر دربار میں پیش کیا جائے۔ شام کو دربار لگا۔ عنبر شاہی لباس پہنے دربار میں سب سے آگے بیٹھا تھا۔ ملکہ نے خود تخت سے اُتر کر عنبر کے گلے میں سونے کا شاہی ہار ڈالا اور اسے شاہی مشیر خاص کا ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا شاہی عصا عطا کیا۔ عنبر نے ادب سے ملکہ کو سلام کیا۔ اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

عنبر کو ملکہ نوبیہ کے دربار میں ایک بلند مقام حاصل ہو گیا تھا اور جیسے کہ ہُوا کرتا ہے، محل میں کئی درباری اس کی اِس اعلیٰ حیثیت سے حسد کرنے لگے اور اُس کے خلاف محلاتی سازشیں شروع کر دیں۔ عنبر دیانت داری، ایمانداری اور سچائی سے اپنا فرض ادا کرتا رہا۔ ملکہ کو اُس پر بے حد بھروسہ تھا۔ جب تک ملکہ زندہ رہی اُس کی طرف کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ لیکن آخر ملکہ مر گئی۔ ملکہ کی موت کے بعد اُس کا نااہل سپہ سالار تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کو دربار کے سازشی گروہ کی حمایت حاصل تھی یہ سارا گروہ عنبر کے خلاف تھا۔ آخر انہوں نے مل کر عنبر کو گرفتار کروا دیا۔ سپہ سالار بادشاہ کو یقین دلا دیا کہ عنبر بغاوت کر کے خود تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ سپہ سالار بادشاہ نے عنبر کو ہاتھی کے پاؤں تلے کچل دینے کا حکم دے دیا۔

اُسے کیا معلوم تھا کہ عنبر کبھی نہیں مر سکتا۔

میدان میں ہاتھی لایا گیا۔ عنبر کو لٹا کر اس کے اُوپر تختہ ڈال کر ہاتھی کو اس کے اُوپر کھڑا کر دیا گیا۔ مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہُوا۔ بلکہ الٹا ہاتھی ڈر کر چیختا ہوا واپس اُٹھ دوڑا اور اس نے دو سپاہیوں کو کچل دیا۔ سپہ سالار حیران رہ گیا۔ اُس نے کہا کہ عنبر کو قید کر دو۔ کل اِسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ عنبر کو جیل خانے میں ڈال دیا گیا۔ مگر وہ دوسری بار لوگوں کو اپنی خفیہ طاقت کا کرشمہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ اب اس کا دل وہاں سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ آدھی رات کو اُس نے طلالہ کی رُوح سے مدد مانگی جس نے اُسے قلعے کی جیل سے اٹھا کر باہر رکھ دیا۔ عنبر گھوڑے پر سوار ہُوا اور اُسے سرپٹ دوڑاتا ملک بابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

بابل اور نینوا کی وادی پر نمرود کی حکومت تھی۔ اس نے انسانی کھوپڑیوں کا مینار بنا رکھا تھا۔ عنبر کو نمرود کے ملک میں کیا کیا مشکلیں پیش آئیں؟ آخر وہ کس طرح نمرود کے ظلم کا مقابلہ کرتا رہا اور وہاں سے فرار ہوا؟ مندر میں رقص کرنے والی دیو داسی کون تھی؟
یہ سب کچھ اس ناول کے تیسرے حصّے "پھانسی کے تختے پر" میں پڑھیے۔